حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل سترہ (17) مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	102 (دو دفعہ)
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
الأنبياء	21	78، 79، 81
النَّمل	27	15، 16، 17، 18، 30، 36، 44
سبا	34	12
صٓ	38	30، 34

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ۙ وَّالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً‌ ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ ۚ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَـنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ‌ ۚ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ‌ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ ۖ لِيَبۡلُوَنِىۡۤ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ‌ ؕ وَمَنۡ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَـنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِىۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ‌ ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ‌ ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّهَا كَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ ﴿۴۳﴾ قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ‌ ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَـتۡهُ لُـجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا‌ ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ‌ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۴﴾

”بلاشبہ ہم نے داود اور سلیمان کو علم نبوت عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: ”شکر اللہ کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔“ پھر سلیمان داود کے وارث بنے اور کہا: ”اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سمجھائی گئی ہے اور ہمیں ہر ضروری چیز عطا کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔“

سلیمان کے پاس اس کے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے جاتے تھے اور ان کو ترتیب دی جاتی تھی حتی کہ (ایک دفعہ) جب اس کے لشکر چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی کہنے لگی: ”اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور ان کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں اور ان کو پتہ نہ چلے۔“ سلیمان اس کی اس بات پر مسکرائے اور عرض پرداز ہوئے۔ ”اے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ تیرے ان احسانات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں نیز میں نیک کام کروں جنہیں تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی اور کہنے لگے کیا وجہ ہے؟ ہدہد نظر نہیں آ رہا۔ وہ غائب ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا بلکہ اسے ذبح کر دوں گا الا یہ کہ وہ میرے پاس کوئی معقول دلیل (اور واضح عذر) پیش

کرے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ (ہدہد آ گیا اور) اس نے آ کر کہا: ''مجھے ایک ایسی بات کا پتہ چلا ہے جس کا آپ کو بھی علم نہیں۔ میں آپ کے پاس سبا بستی کے بارے میں ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز حاصل ہے اور اس کا تخت بھی عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ (ملکہ) اور اس کی پوری قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا رکھا ہے اور انہیں سیدھے راستے سے روک رکھا ہے' اس لیے ان کو (راہ حق کی) سمجھ نہیں آتی کہ وہ صرف اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کو باہر نکالتا ہے اور ہر پوشیدہ اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔'' سلیمان علیہ السلام کہنے لگے: ''ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو نے سچ بولا ہے یا جھوٹ۔'' میرا یہ خط لے جاؤ اور ان کو پہنچا دو' پھر ایک طرف ہو کر دیکھو وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ ملکہ کہنے لگی: ''اے میرے وزیرو! مجھے ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے جو سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبرداری کرتے ہوئے میری خدمت میں حاضری دو۔'' وہ مزید کہنے لگی: ''اے میرے وزیرو! مجھے میرے اس معاملے میں مشورہ دو کیونکہ میں تمہاری عدم موجودگی میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم بہت زبردست جنگجو ہیں مگر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ سوچ لیں کیا فیصلہ کرنا ہے؟ ملکہ کہنے لگی: ''بادشاہ جب کسی بستی میں (جبراً) داخل ہوتے ہیں تو اس میں تباہی برپا کرتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ بھی ایسے ہی کریں گے۔ فی الوقت میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا اطلاع دیتے ہیں۔'' جب وہ تحفہ سلیمان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: ''کیا تم مجھے مال دے کر خوش کرنا چاہتے ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ بہت برتر ہے اس مال سے جو تم کو دے رکھا ہے۔ بلکہ تم خود ہی اپنے تحفے پر خوش رہو۔ واپس چلے جاؤ۔ ہم ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے' پھر انہیں اپنی اوقات معلوم ہو جائے گی۔'' پھر سلیمان (علیہ السلام) (اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر) کہنے لگے: ''اے میرے وزیرو! تم میں سے کون ہے جو اس ملکہ کا تخت ان کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لائے گا؟'' ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا ''میں آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔ بلاشبہ میں اس کام کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔''

ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم بھی تھا' کہنے لگا: ''میں یہ تخت آپ کے پلک جھپکنے سے بھی پہلے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔'' جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو پکار اٹھا: ''یہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل ہے تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اس کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار لوگوں سے بے پروا عظیم المرتبت ہے۔''

سلیمان (علیہ السلام) نے کہا: ''اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو۔ ہم دیکھتے ہیں اس کو پتہ چلتا ہے یا وہ انجان رہتی ہے۔'' جب وہ آئی تو اسے کہا گیا: ''کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟'' وہ کہنے لگی: ''یہ وہی لگتا ہے۔ ہمیں اس سے پہلے ہی حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی اور ہم اسلام لا چکے تھے۔'' اور (اس سے پہلے) ملکہ کو غیر اللہ کی عبادت نے (ایمان سے) روک دیا تھا' کیونکہ وہ کافر قوم سے تھی۔ پھر اس (ملکہ) سے کہا گیا: ''محل میں داخل ہو جاؤ۔'' جب اس نے شیشے کا فرش دیکھا تو اس نے اسے پانی کا حوض سمجھا اور (پائینچے اوپر کر لیے جس سے) پنڈلیاں ننگی ہو گئیں۔ سلیمان (علیہ السلام) نے کہا یہ تو شیشہ لگا ہوا فرش ہے۔ وہ (کھسیانی ہو کر) کہنے لگی: ''میرے پروردگار! میں نے اس سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اب میں سلیمان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے مطیع ہو چکی ہوں۔'' (النمل: 15/27...44)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تجارتی بحری جہازوں کی خاطر ہوا مسخر کر دی گئی تھی' حتیٰ کہ کہا گیا ہے: ''وہ صبح بیت المقدس سے نکلتے' دوپہر کا آرام اصطخر میں کرتے اور رات خراسان میں گزارتے۔'' لیکن اس قول کی کوئی حیثیت نہیں۔

وادیٔ نمل اَسْدُود اور غزّہ کے درمیان عسقلان کے مضافات میں واقع ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سبا (یمن) کی ملکہ (بلقیس) کے ساتھ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ آپ 923 ق-م کو بیت المقدس میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 371
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 294
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 362
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 357
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 583
❀ قصص الأنبياء' النجار : 317

مأرب سے بیت المقدس تک سفر = اڑھائی ہزار کلومیٹر سے زائد

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ان کا نسب بھی یہودا کے واسطے سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داود علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکومت میں داود علیہ السلام کا جانشین بنا دیا' اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی ان کے قبضے میں آ گئی۔قرآن کریم نے اسی جانشینی کو وراثت داود سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہبی خصوصیات: اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے اور ان کے حق میں ہوا بھی مسخر کردی گئی تھی' چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا یہ تھا کہ ان کے زیرنگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے۔قرآن نے اس بارے میں اس طرح صراحت کی ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (ص:35/38) ''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے لیے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لیے بھی میسر نہ ہو' بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: ''گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اسے دیکھ سکو مگر اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی تھی: ''رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا ...... الخ'' یہ یاد آتے ہی میں نے اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔'' (بخاری۔کتاب الانبیاء)

بیت المقدس کی تعمیر نو: حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں آئی تھی۔پھر عرصۂ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے ایسی شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لیے باعث حیرت ہے کہ ایسے دیو پیکر پتھر کہاں سے لائے گئے اور کس طرح لائے گئے اور جرثقیل کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعے ان پتھروں کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر باہم جوڑا گیا۔اسرائیلی روایت کے مطابق بیت المقدس اور ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی تعمیر میں سات سال لگے۔

ملک سبا: حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ دسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ اس عہد میں ملک سبا (یمن) پر ملکہ بلقیس حکمران تھی۔ سبا ایک شخص کے نام پر ایک قوم اور ملک کا نام بھی تھا۔ اور چھٹی صدی عیسوی میں سد مأرب کے ٹوٹنے تک یہ سبا کے نام ہی سے مشہور تھا۔

قوم سبا' قحطان کے پوتے عبد شمس سبا سے منسوب ہوئی اور اس قوم کا عہد 1100 ق م تا 115 ق م رہا۔ (قحطان بن عبر بن سلح بن ارفخشد بن سام' قحطان کا نسب نامہ ہے) سبا کا اصل مرکز حکومت جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب میں یمن کا مغربی علاقہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کا دائرہ مشرق میں حضرموت تک وسیع ہوگیا حتی کہ ان کی سلطنت افریقہ میں حبشہ تک پھیل گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ سبا کے بیٹے مینلک نے حبشہ میں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی تھی۔

سبا کی تباہی کے بعد 115 ق م میں حمیر نے مغربی یمن میں قوت حاصل کی جو دراصل قوم سبا ہی کی ایک شاخ تھی۔ حمیری سلطنت کے عہد عروج میں تمام یمن' حضرموت' نجد اور تہامہ تک اس میں شامل تھے۔ آخرکار 525ء میں آخری حمیری بادشاہ ذونواس نے اکسومی حبشیوں سے شکست کھائی۔ حبشی یہاں تقریباً 72 سال حکمران رہے۔ انہی میں ابرہہ بھی تھا۔ 598ء میں یمن پر ایرانی قابض ہوگئے۔ 6ھ (628ء) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان وقت کو دعوت اسلام دی تو اس وقت شہنشاہ فارس خسرو پرویز کی طرف سے باذان یمن کا گورنر تھا۔ 8ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا اور ان کی مساعی سے یمن کا سب سے بڑا قبیلہ ہمدان مسلمان ہوگیا۔ 10ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے یمنی قبیلہ مذحج مشرف بہ اسلام ہوا' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی کے فرائض سونپے۔

ملک یمن کے شمال میں سعودی عرب' مشرق میں عمان' جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن اور مغرب میں بحیرۂ احمر اور باب المندب واقع ہیں۔ دارالحکومت صنعاء کی آبادی تقریباً 6 لاکھ ہے۔

مأرب: قدیم عہد میں یمن کا دارالحکومت مأرب تھا جو موجودہ دارالحکومت صنعاء کے شمال مشرق میں 175 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آج کل مأرب صوبہ بیضاء کا صدر مقام ہے۔ یہاں مملکت سبا کے آثار پائے جاتے ہیں۔ حمیریوں نے جو سد مأرب (سد العرم) تعمیر کیا تھا' وہ مأرب شہر کے مشرق میں وادیٔ شیوان میں واقع تھا۔ یہ ڈیم (سد) 542ء اور 570ء کے درمیان تباہ ہوگیا۔ (المنجد فی الاعلام) مأرب شہر سے پہلے سبا کے بادشاہوں کا دارالحکومت صرواح تھا جو بیجان کے مغربی پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ یہاں بھی ایک بند بنا ہوا تھا اور سورج کی پوجا کے لیے ایک معبد بھی تھا۔

ملکہ بلقیس: اس ذہین اور دوراندیش ملکہ کے باپ کا نام مفسرین نے شراحیل بن مالک لکھا ہے جو سبا (یمن) کا بادشاہ تھا۔ قرآن کریم کے مطابق ملکہ سبا (بلقیس) کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پرندہ ہدہد لے کر آیا اور اس نے بتایا کہ ملک سبا پر ایک عورت حکمران ہے اور وہ لوگ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اہل سبا خوشحال ہیں اور ان کی ملکہ کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو ایک خط لکھ کر دیا جس میں ملکہ سبا اور اس کی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ ملکہ نے اس خط کو پا کر اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے جنگ کا مشورہ دیا تو ملکہ نے جنگ کی تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے

پرامن طریقے سے معاملات طے کرنے کا عزم ظاہر کیا اور قیمتی تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے جو آپ نے لوٹا دیے اور ساتھ ہی سبا پر فوجی یلغار کی دھمکی دی۔ پھر ملکہ بلقیس اظہار اطاعت کے لیے فلسطین روانہ ہوئی مگر اس سے پہلے اس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام نے معجزانہ طور پر اپنے دربار میں منگوا لیا اور بطور آزمائش تخت کی شکل میں کچھ تبدیلی کر دی۔ اور جب ملکہ دربار سلیمانی میں پہنچی تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو آپ کی عظمت اور دعوت توحید کو پہلے ہی معلوم کر کے مسلمان ہو چکے ہیں۔ یوں سورج کی پرستش کرنے والی قوم نے اسلام کی آغوش میں پناہ لے لی۔ اس دوران میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل بنوا کر ملکہ سبا کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ تب ملکہ نے رب تعالیٰ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا اعادہ کیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے شادی کر لی اور اسے اس کے ملک پر بطور حکمران برقرار رکھا۔ آپ اس سے محبت کرتے اور ہر ماہ ایک بار اس سے ملنے جاتے۔ اس سے اولاد بھی ہوئی اور سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دے کر سیلحین اور غمدان کے محل نما قلعے بھی اس کے لیے تعمیر کرائے۔ مگر بعض روایات کی رو سے ملکہ کے حسب خواہش ہمدان کے بادشاہ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا اور یمن کا اقتدار بھی اسی کو سونپ دیا تھا اور ایک زوبعہ نامی جن اس کی اطاعت میں دے دیا تھا (ملخص مقالہ ''بلقیس'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)۔ معجم البلدان جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے بعلبک شہر (لبنان) ملکہ بلقیس کو مہر میں دیا تھا...... واللہ اعلم بالصواب!

عسقلان اور وادئ نمل: قرآن مجید کی سورۂ نمل میں جس وادئ نمل (چیونٹیوں کی وادی) کا ذکر آیا ہے وہ فلسطین میں اسدود اور غزہ کے درمیان عسقلان کے قریب بتائی جاتی ہے۔ عسقلان بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ چونکہ ماضی میں فلسطین، شام کا حصہ شمار ہوتا تھا، اس لیے عسقلان کو عروس الشام (شام کی دلہن) کہا جاتا ہے (دمشق کو بھی عروس الشام کہتے ہیں)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں عسقلان فتح کر لیا۔ دوسری صلیبی جنگ میں 548ھ میں عیسائیوں نے عسقلان پر قبضہ کر لیا۔ پھر 583ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے صلیبیوں کے پنجے سے چھڑایا۔ شارح بخاری حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق عسقلان سے تھا۔ آج کل عسقلان کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت رواں: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسخر کر دیا تھا حتیٰ کہ صبح کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور شام کی بھی (سورۂ سبا آیت 12) یعنی آپ ہوا کے تخت پر بیٹھ کر ایک مہینے جتنی مسافت صبح سے دوپہر تک طے کر لیتے تھے اور پھر اسی طرح دوپہر سے رات تک ایک ماہ کی مسافت طے ہو جاتی۔ آپ اعیان حکومت کے ہمراہ صبح بیت المقدس سے چلتے تو دوپہر کو اصطخر میں ہوتے اور رات خراسان میں گزارتے۔

اصطخر: یہ شہر شیراز (ایران) کے مشرق میں 66 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسے ہخامنشی خاندان کے دارالحکومت تخت جمشید (یونانی میں پرسی پولس Persipolis) کی تباہی کے بعد اس کے کھنڈروں پر تعمیر کیا گیا۔ اصطخر کے بعد

دارالحکومت مدائن (طیسفون) قرار پایا جو عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ بیت المقدس سے اصطخر تک سیدھا فاصلہ 17 سو کلومیٹر سے زیادہ تھا۔ ان دنوں اصطخر بھی کھنڈروں کی شکل میں ہے۔

خراسان: یہ ایران کا مشرقی صوبہ ہے جس کی حدود ترکمانستان اور افغانستان سے ملحق ہیں۔ مشہد، خراسان کا اہم شہر ہے جبکہ نیشاپور اس کا قدیم دارالحکومت ہے۔ قرون وسطیٰ میں خراسان کی حدود ہندوستان اور دریائے جیحوں تک وسیع تھیں اور اس میں سیستان، غزنہ، طخارستان، ہرات، بلخ، طالقان (افغانستان)، مرو اور سرخس (ترکمانستان) بھی شامل تھے۔ معجم البلدان کے مطابق ماہرین نسب کہتے ہیں کہ عالم بن سام بن نوح علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام خراسان اور ہیطل تھے۔ جہاں خراسان آباد ہوا وہ علاقہ خراسان کہلایا اور ہیطل دریائے جیحون کے پار جا بسا چنانچہ اس علاقے کا نام ہیاطلہ پڑ گیا، خراساں عہد عثمانی میں 31ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریز کی قیادت میں فتح ہوا۔ اصطخر سے خراسان کے مختلف شہروں تک فاصلہ ایک ہزار تا دو ہزار کلومیٹر بنتا ہے، مثلاً: ہرات تقریباً 1000 کلومیٹر، مرو 1200 کلومیٹر اور بلخ تقریباً 1700 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ معجم البلدان کے مطابق ''اصطخر کی بنیاد اصطخر بن طہمورث شاہ فارس نے رکھی تھی...... اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح طبریہ سے چل کر سہ پہر کو اصطخر پہنچ جاتے تھے جہاں مسجد سلیمان معروف ہے۔'' پاکستان میں واقع کوہ سلیمان چونکہ سلطنت سلیمان علیہ السلام کے علاقہ خراسان کے جنوب مشرقی نواح میں تھا، شاید اسی لیے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

بَثَنِیہ: یہ شام کا ایک قدیم قصبہ ہے جو دمشق اور اذرعات کے درمیان واقع ہے۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب کا تعلق بثنیہ سے تھا۔ یہ دمشق سے تقریباً 100 کلومیٹر جنوب میں درعا جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ بثنیہ کے علاقے میں اعلیٰ قسم کی گندم پیدا ہوتی ہے جو بثنیہ ہی کہلاتی ہے (معجم البلدان)

''بترا'' یا ''پٹرا'': اس تاریخی شہر کے آثار جنوبی اردن میں بحیرۂ مردار اور خلیج عقبہ کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اس کا قدیم نام سلع ہے۔ یونانیوں نے اسے پیٹرا (Petra) کا نام دیا تھا۔ پٹرا 312 ق م سے 63 ق م تک نبطیوں کا دارالحکومت رہا حتیٰ کہ اس پر رومی قابض ہو گئے۔ روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی میں لکھا ہے:

''وادیٔ موسیٰ (اردن) میں بطرا (المنجد کے مطابق بترا) کا مشہور تاریخی مقام بھی واقع ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو سو سال قبل نبطیوں نے (جو عرب تھے) اپنا دارالحکومت قائم کیا تھا۔ یہ ویران شہر پہاڑوں کے اندر تراش تراش کر بنایا گیا ہے۔ گزشتہ صدی (انیسویں صدی عیسوی) کے وسط میں یہ دریافت ہوا اور اس کی کھدائی کی گئی...... یہ شہر تین چار میل لمبا ہے اور چوڑائی بعض جگہوں پر دس پندرہ گز ہو جاتی ہے لیکن اکثر جگہوں پر چند فٹ سے زیادہ نہیں۔ درمیان میں ایک وسیع میدان بھی آتا ہے۔ کہیں سفید اور کہیں سرخ پہاڑوں کو تراش کر بہت عمدہ مکان بنائے گئے ہیں۔ بعض مکان اتنے شاندار ہیں کہ دیکھنے پر بھی یقین نہیں آتا کہ یہ آج سے سوا دو ہزار سال پہلے کے بنے ہوئے ہیں...... مدائن صالح میں بھی قوم ثمود نے پہاڑ تراش کر مکانات بنا رکھے تھے مگر بطرا کی تراش و خوبصورتی کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض باتوں میں مماثلت ضرور پائی جاتی ہے مگر اس سے (مستشرقین کا) یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو جاتا کہ مدائن صالح کے مکانات بھی

نبطیوں ہی نے پہاڑوں کو تراش کر بنائے تھے۔نبطی یوں بھی مدائن صالح کے علاقے میں بہت بعد میں گئے۔ پھر بطرا میں سنگ تراشی کے فن کو ترقی دے لینے کے بعد وہ اسے محض ابتدائی حالت میں کیوں رکھتے؟ یہ بات بعید از قیاس ہے۔(سفر نامہ ارض القرآن، ص:232-235)

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید میں چار دفعہ مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
النساء	4	163	الأنبیاء	21	83
الأنعام	6	84	ص	38	4

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۸۳﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ فَکَشَفۡنَا مَا بِہٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّ اٰتَیۡنٰہُ اَہۡلَہٗ وَ مِثۡلَہُمۡ مَّعَہُمۡ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ ذِکۡرٰی لِلۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۴﴾

''اور ایوب کا تذکرہ کیجیے جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''مولا! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے ولا ہے۔'' چنانچہ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کی تکلیف دور کردی۔ ہم نے اسے اس کے اہل وعیال ہی نہیں دیئے بلکہ ان کے ساتھ اتنے اور بھی دیے۔ یہ ہماری طرف سے خصوصی رحمت تھی اور عبادت گزاروں کے لیے سبق ہے۔'' (الانبیاء: 84'83/21) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذۡکُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَیُّوۡبَ ۘ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الشَّیۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ؕ اُرۡکُضۡ بِرِجۡلِکَ ۚ ہٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَہَبۡنَا لَہٗۤ اَہۡلَہٗ وَ مِثۡلَہُمۡ مَّعَہُمۡ رَحۡمَۃً مِّنَّا وَ ذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾ وَ خُذۡ بِیَدِکَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّہٖ وَ لَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰہُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

''ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجیے۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''مولا! مجھے شیطان نے سخت بیماری اور تکلیف میں مبتلا کردیا ہے۔'' (ہم نے فرمایا:) ''ایڑی مارو۔ یہ (نکل آیا) ہے ٹھنڈا پانی' نہانے اور پینے کے لیے۔'' ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور دیے۔ یہ ہماری طرف سے اس پر مہربانی تھی اور یہ عقل مند لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔ اور (ہم نے کہا:) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو پکڑ کر اپنی بیوی کو ہلکا سا لگا دے تاکہ تیری قسم نہ ٹوٹے۔ ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا۔ وہ بہترین بندہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔''
(ص:41/38...44)

ان کا وطن علاقہ ''عوص'' تھا جو کہ سعیر کے پہاڑی علاقے کا ایک حصہ ہے۔ یا وہ خلیج عقبہ کے شمال اور بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) کے جنوب مغرب میں واقع علاقہ ''آدوم'' کے رہنے والے تھے۔ امام طبری اور یاقوت حموی کی قطعی رائے یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مسکن ''بَثَنِيَّه'' ہے، جو دمشق اور اَذرعات کے درمیان یا دمشق کے نواح میں واقع ہے۔

❀ القاموس الإسلامي : 230/1
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 214
❀ قصص الأنبياء، النجار : 349
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 108
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 181

لاذقیہ (لطاکیہ)
رصافہ
قبرص
حماۃ
شام
سلمیہ
دریائے عاصی
حمص
تدمر
طرابلس
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
نبک
صحرائے شام
بیروت
بعلبک
دریائے لیطانی
دمشق
بثنیہ
حیفا
ازرع
طبریہ
اذرعات
بصری الشام
دریائے اردن
جلعاد
اریحا
اسدود
القدس
عمان
قصر ازرق
غزہ
الخلیل
موآب
کرک
رفح
بئر سبع
عریش
ادوم
پٹرا
اردن
جفر
معان
آیلہ (ایلات)
عقبہ
ایوب علیہ السلام
دمشق اور اذرعات کے درمیان
(ایک روایت کے مطابق خلیج عقبہ کے شمال میں)
سیناء
مدین
100
200
300
400

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت ایوب علیہ السلام

اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی ماں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ اکثر محققین تورات کا خیال ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عرب تھے' لیکن شجرہ نسب میں جو نام شمار کیے گئے ہیں ان میں بڑی حد تک التباس ہے۔ بیوی کا نام رحمت بتایا جاتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی دولت فراواں کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ بے حد مخیّر تھے اور غریبوں' مصیبت زدوں' مہمانوں اور اجنبیوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے [اسرائیلی بیان ہے کہ] آپ کی اس پرہیز گاری اور خدا ترسی سے ابلیس کے سینے میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اللہ تعالیٰ سے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمانے کی اجازت طلب کی۔ اللہ کی جانب سے تین مراحل میں آپ کی آزمائش کی اجازت دی گئی: مال میں' خاندان میں' اور جسم میں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے تمام عزیزوں نے چھوڑ دیا' صرف ایک وفادار بیوی باقی رہ گئیں جو ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں' حتی کہ جب آپ کو گھورے پر پھینک دیا گیا تو اس وقت بھی بیوی نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دوستوں کی غلط فہمی حضرت ایوب علیہ السلام کی تکالیف میں مزید اضافے کا باعث ہوئی۔ جب اس ابتلاء سے بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ بشارت لائے کہ آپ ایک کراماتی چشمے کے ذریعے ابتلاء سے نجات پائیں گے۔ آپ کا دور حضرت یوسف یا حضرت سلیمان یا حضرت یونس علیہم السلام کے بعد ہے۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ:750/2' البدایۃ والنہایۃ' ص:206 تا 210' فتح الباری:6/511-512)

المسعودی نے لکھا ہے کہ دمشق کے نزدیک نویٰ میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام تھا۔ یہاں وہ چٹان اب تک دیکھی جاسکتی ہے جہاں بیٹھ کر آپ نے زمانۂ ابتلاء بسر کیا تھا اور وہ چشمہ بھی جس میں غسل کرکے آپ نے شفا پائی تھی۔ (مروج الذہب:91/1) سید حامد عبدالرحمٰن الکاف اپنے مضمون ''ارض سبا کا سفر نامہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''سبا سے مأرب جاتے ہوئے راستے میں ہم سے کہا گیا کہ یہ جبل ایوب (علیہ السلام) ہے اور یہ کہ پہاڑ کی چوٹی پر ساری علامتیں اب تک محفوظ ہیں۔''

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا تو اس وقت وہاں کے بڑے مندر کا بت حضرت ایوب علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ (البلاذری: فتوح' 440 واردو دائرہ معارف اسلامیہ:750/3)

دمشق: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''زکریا علیہ السلام''

نویٰ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ''نوا (نویٰ) دمشق کے جنوب میں علاقہ جولان میں واقع ہے۔'' مشہور محدث امام یحییٰ بن شرف نووی یہیں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل دو مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبياء	21	85	صٓ	38	48

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾

''اسماعیل' ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔ بلاشبہ یہ نیک لوگ تھے۔'' (الانبیاء:85/21' 86)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾

''اسماعیل' یسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔'' (صٓ:48/38)

چونکہ حضرت ذوالکفل کا نام انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' لہٰذا وہ نبی ہیں۔ اور مشہور قول یہی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نبی نہیں تھے۔ البتہ نیک شخص تھے۔ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے قاضی تھے۔ علامہ طبری نے توقف کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ شہر دمشق کے شمالی جانب قاسیون مَطَل نامی پہاڑ میں ایک مقام ہے جسے ذوالکفل کہا جاتا ہے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير: 217

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 613

❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 166' 263
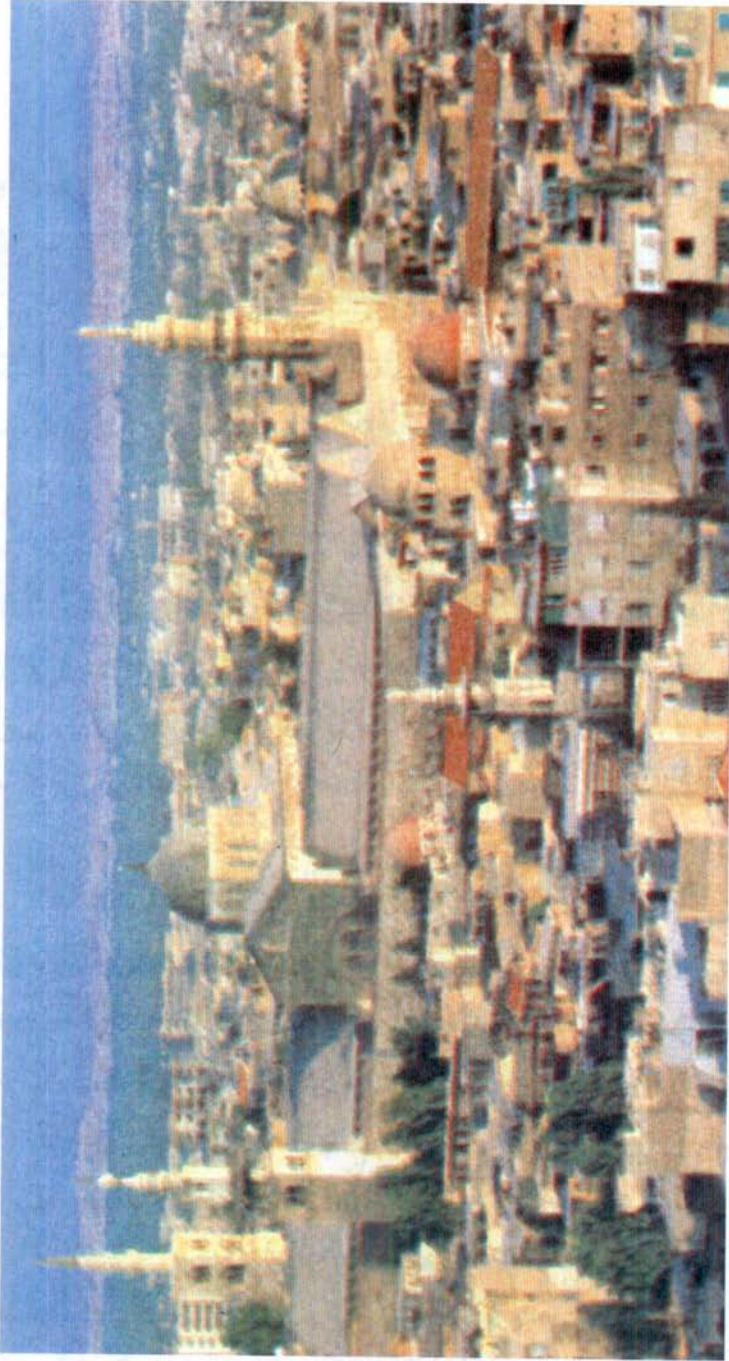
دمشق شہر (شام کا دارالحکومت)

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل چار مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
النّساء	4	163
الأنعام	6	86
یونس	10	98
الصّافّات	37	139

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

''اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجیے جب وہ غصے کی حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ (لیکن ہم نے گرفت کی تو) اس نے ہم کو اندھیروں میں پکارا: ''تیرے سوا کوئی معبود وفریادرس نہیں، تو پاک ہے۔ بلاشبہ میں ہی ظالم ہوں۔'' ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اس پریشانی سے نجات دی اور ہم صاحب ایمان لوگوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء: 21/87'88)

نوٹ: سورۂ انبیاء میں آپ کا نام ذکر نہیں البتہ آپ کا قصہ مذکورہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

''بلاشبہ یونس پیغمبروں میں شامل تھا۔ وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوگیا تھا۔ پھر اسے قرعہ اندازی میں

شریک ہونا پڑا اور وہ قرعہ اندازی میں شکست کھا گیا۔ نتیجتاً اسے ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے قابل ملامت کام کیا تھا۔ اگر وہ مسلسل تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت تک اس کے پیٹ ہی میں رہتا۔ پھر ہم نے اسے کھلے ساحل پر ڈال دیا۔ اس وقت وہ بہت کمزور تھا۔ ہم نے اس پر کدّو کی بیل اگا دی۔ پھر ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔'' (الصافات: 139/37...148)

حضرت یونس علیہ السلام نے ترشیش (جہاں آج کل تیونس آباد ہے) کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کی تھی۔ وہ ''یافا'' پہنچ گئے۔ پھر جب ان کو سمندر میں پھینکا گیا اور مچھلی نے ان کو لقمہ بنالیا تو وہ استغفار کرتے رہے اور مچھلی نے ان کو باہر اگل دیا تو ان کو ''نینوا'' بستی کی طرف بھیجا گیا جو ''موصل'' کے بالمقابل ہے۔ اسی بارے میں ارشاد ہے:

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

''ہم نے اس کو ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔'' (الصافات: 147/37، 148)

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير : 225
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 410
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 221
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 775
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1360
❀ قصص الأنبياء، النجار : 362

یونس علیہ السلام
﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴾
”اور ہم نے انہیں ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف بھیجا“
(الصافات: 147/37)
ترکی
مرسین
عدانہ
خلیج اسکندرون
عمق
انطاکیہ
اوغاریت
قبرص
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
طرابلس
بیروت
صیدا
صور
حیفا
ناصرہ
جھیل طبریہ
دریائے اردن
ترشیش (تونس) کی طرف
یافا
لُد
القدس
الخلیل
غزہ
رفح
بئر سبع
کرک
عمّان
اردن
دمشق
حمص
حماۃ
حلب
شام
تدمر
صحرائے شام
اُورفہ
حران
رقّہ
دریائے فرات
دیر زور
دریائے خابور
ماردین
نصیبین
جزیرۂ ابن عمر
دریائے دجلہ
نینویٰ
موصل
سنجار
قلعہ شرقاط
جزیرہ (عراق)
ثرثار کا نشیب
ہیت
500
400
300
200
100
50
کلومیٹر

حضرت یونس علیہ السلام

آپ کا نام ''یونس بن متی'' معروف ہے۔ اہل کتاب یونس علیہ السلام کا نام ''یوناہ'' (Jonah) اور ان کے والد کا نام ''امتی'' بتاتے ہیں۔ بعض لوگ ''متی'' کو یونس علیہ السلام کی والدہ خیال کرتے ہیں۔

ان کا زمانہ 860 سے 784 ق م کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ آپ اگرچہ اسرائیلی نبی تھے' مگر ان کو اشور والوں کی ہدایت کے لیے عراق بھیجا گیا تھا اور اسی بنا پر اشوریوں کو قوم یونس کہا گیا ہے۔ اس قوم کا مرکز اس زمانے میں نینویٰ کا مشہور شہر تھا جس کے وسیع کھنڈر آج تک دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجودہ شہر موصل کے عین مقابل پائے جاتے ہیں......اس قوم کے عروج کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کا دارالسلطنت نینویٰ تقریباً 60 میل کے دور میں پھیلا ہوا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا' انہوں نے ایک مدت تک اپنی قوم کو پیغام حق سنایا اور توحید کی طرف بلایا' لیکن نافرمان قوم نے ایک نہ سنی۔ جب حضرت یونس علیہ السلام مایوس ہوگئے تو قوم کے لیے ساحل سمندر پر جا کر عذاب الٰہی کی بددعا کی اور خفگی کے عالم میں شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ راستے میں کشتی طوفانی موجوں میں گھر گئی اور قریب تھا کہ لہروں کی نذر ہوجائے۔ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو وہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا اور تین بار ایسا ہی ہوا۔ آخر حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور ایک بڑی (غالباً وہیل) مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو احساس ہوا کہ ان سے اللہ کی نافرمانی سرزد ہوئی ہے اس لیے غم اور ندامت کے عالم میں مچھلی کے پیٹ ہی میں اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرنے لگے: ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانبیاء:87/21) ''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔''

اللہ کے حکم سے مچھلی نے آپ کو ایک صاف جگہ اگل دیا' وہاں اللہ نے اپنی رحمت سے ایک بیل دار پودا اگا دیا جس سے آپ سایہ بھی حاصل کرتے اور کھانا بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اب قوم کے پاس جائیں اور دین کی صحیح رہنمائی فراہم کریں۔

انبیائے کرام کے شرف و مجد کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کو بھی زیب نہیں دیتا کہ یہ کہے: ''میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔'' [illegible]

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ 40 دن' 7 دن' تین دن یا صبح سے شام تک۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے آپ کے چلے جانے کے بعد' جب عذاب کے آثار دیکھے تو ایک میدان میں نکل کر'

جس میں سب چھوٹے بڑے بچے عورتیں حتیٰ کہ جانور بھی شامل تھے، اللہ کے حضور گڑگڑائے، اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور شرک و بت پرستی سے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ یہ واحد قوم تھی جس کو عذاب دکھائے جانے کے بعد بخش دیا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو جو تین دن کی مہلت دی تھی کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا، اس کا انتظار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہجرت کرلی۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک اتمام حجت نہ ہو جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس حجت کے پورا ہونے سے قبل ہی شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے، پھر یہ بھی کہ انہوں نے توبہ و استغفار کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور ان کا قصور معاف کردیا گیا۔ (تفہیم القرآن جلد دوم تفسیر سورۂ یونس و قصص القرآن: 2/197۔ 203 و اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 23/349-351)

نینویٰ: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''نوح علیہ السلام'' (قوم نوح کے مقامات)

مُوْصُل: اس کا قدیم تلفظ موصل ہے۔ یہ شمالی عراق میں دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور صوبہ نینویٰ کا صدر مقام ہے۔ اس کی آبادی 6 لاکھ سے زائد ہے۔ اس کو حدباء یا ام الربیعین کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ 91-926ء کے دوران موصل میں امارت حمدانیہ قائم رہی اور زنگی خاندان (1127ء سے 1259ء تک) کی حکمرانی کا آغاز یہیں ہوا جن میں سے عماد الدین زنگی اور سلطان نور الدین زنگی نے صلیبیوں کے خلاف جہاد میں نام پیدا کیا۔ موصل عراق کی معدنی تیل کی صنعت کا مرکز ہے۔ یہاں سے تیل کی پائپ لائن بحیرۂ روم کے ساحل تک جاتی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ان سات مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	37 (دو دفعہ)‘ 38
الأنعام	6	85
مریم	19	2‘7
الأنبیاء	21	89

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾

”اللہ تعالیٰ نے مریم کو اچھی قبولیت سے نوازا اور اس کی خوب نشوونما فرمائی اور زکریا کو اس کی کفالت سپرد کی۔ جب بھی زکریا اس کے مخصوص کمرے میں داخل ہوتا تو اس کے پاس رزق موجود پاتا۔ وہ کہتا: ”مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آیا ہے؟“ وہ کہتی: ”یہ اللہ کریم کی طرف سے آیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب وگمان رزق دیتا ہے۔“ وہیں کھڑے کھڑے زکریا اپنے رب سے دعا کرتا ہے: ”اے میرے پروردگار! مجھے اپنی رحمت سے نیک و پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بلاشبہ تو دعاؤں کو خوب سننے والا ہے۔“ آخر کار ایک دفعہ جب وہ اس مخصوص کمرے میں کھڑا دعا کر رہا تھا‘ تو فرشتوں نے انہیں پکارا: ”اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرے گا‘ سردار ہوگا‘ پاکباز ہوگا اور نیک نبی ہوگا۔“ زکریا نے گزارش کی: ”پروردگار! میرے

گھر بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔'' زکریا نے کہا: ''رب کریم! کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک کلام نہ کر سکے گا۔ اشارے سے کام چلائے گا۔ اب اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح وشام تسبیحات میں مشغول رہ۔'' (آل عمران 3/37...41)

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں وہ طبعی موت فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں وہ اس حادثے میں شہید کیے گئے جس میں ان کے بیٹے یحییٰ شہید ہوئے۔ یہ بیت المقدس کا واقعہ ہے۔ حلب کی جامع مسجد میں ان کا مدفن ہے۔

❀ قصص الأنبیاء، ابن کثیر : 404 ❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :331

زکریا علیہ السلام

حلب کی جامع مسجد میں ان کا مرقد ہے
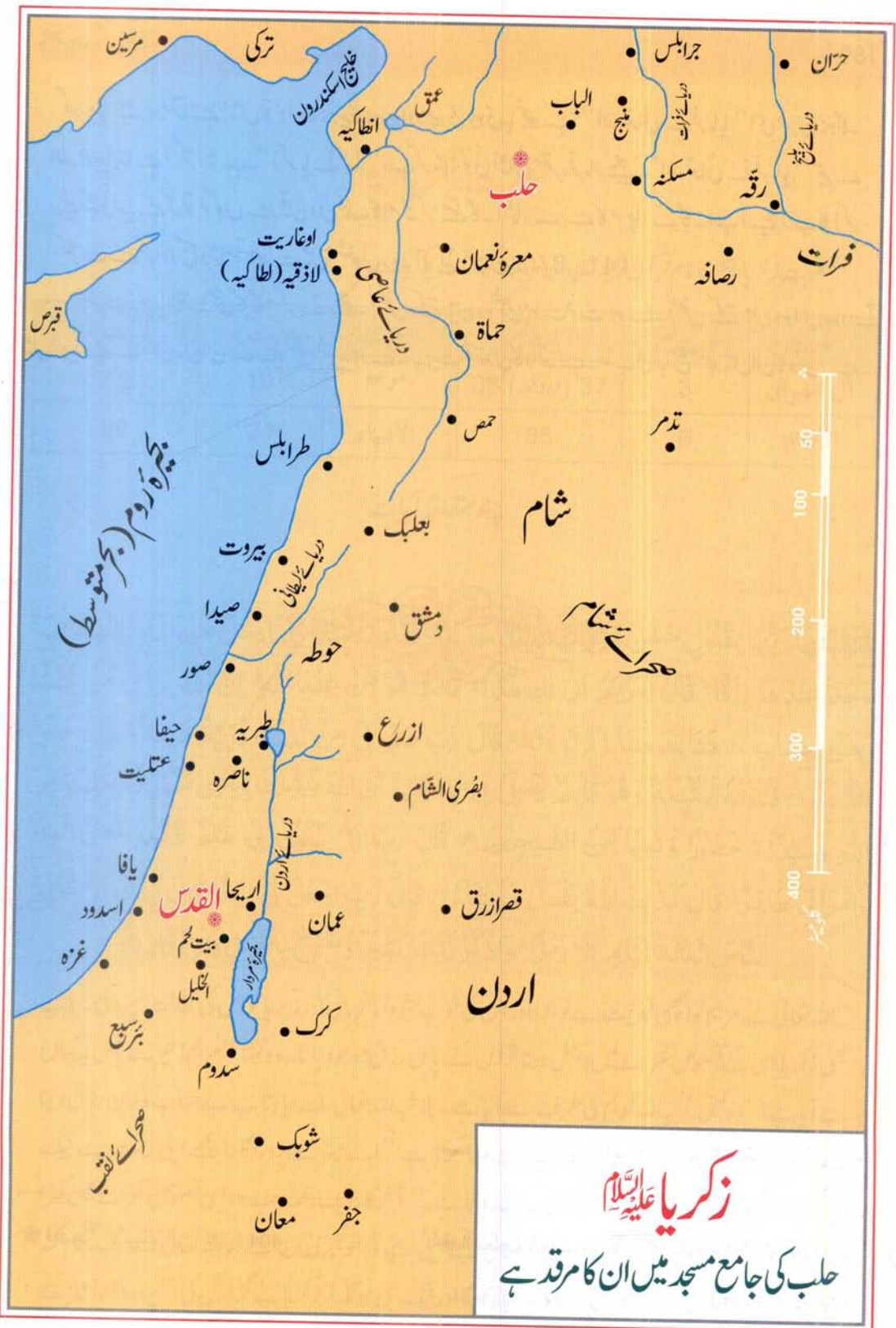
حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں زکریا نام کے دو نبی ہوئے ہیں' ان میں سے ایک زکریا بن برخیا ہیں جو انبیائے تورات میں سے تھے۔ ان کا ظہور فارس (ایران) کے بادشاہ دارا بن گشتاسب کے عہد میں ہوا۔ دوسرے زکریا ابو یحییٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت مریم کے خالو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے۔ اول الذکر زکریا کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں' لیکن مجموعۂ تورات کے صحیفہ زکریا میں ان کا ذکر موجود ہے۔ دونوں میں تقریباً چار سو سال کا عرصہ حائل ہے۔ (قصص القرآن: 2/250۔251)

قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ دو جگہ تفصیل سے آیا ہے۔ ایک جگہ کفالت مریم کے ضمن میں' جہاں ارشاد ربانی کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ اپنی نذر کو پورا کرنے کے لیے خانۂ خدا میں حاضر ہوتی ہیں اور اپنی بچی کو خدمت کے لیے وقف کرنا چاہتی ہیں۔ ہیکل کے کاہنوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم کی کفالت اپنے ذمے لے۔ حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ ان کے خالو تھے' اس لیے انہوں نے استحقاق کا دعویٰ کیا' مگر فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت ونگرانی میں ان کی تربیت شروع ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے عبادت والے کمرے میں داخل ہوتے' بے موسمی پھل پاتے اور تعجب سے پوچھتے تو وہ فرماتیں کہ یہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے آتے ہیں۔ تب حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے بے اولاد ہونے کا احساس ہوا اور پیری میں (وہ اس وقت ثعلبی کے بیان کے مطابق 90' 92' یا 120 سال کے تھے) (دیکھیے فتح الباری: 6/571) اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور وہیں انہوں نے اللہ سے دعا کی جس کی قبولیت کی بشارت اور علامات سے انہیں آگاہ کر دیا گیا۔

دوسری جگہ سورۂ مریم علیہا السلام کے شروع میں ذکر آیا ہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لیے دعا کا خاص ذکر فرمایا کیونکہ ان کے متوقع جانشین رشتے دار اچھے عمل کے نہ تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا ڈر تھا کہ وہ ان کی جانشینی کے منصب کے اہل ثابت نہیں ہوں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور ان کے سعادت مند ہونے کی بعض علامات بھی بیان فرما دیں۔ بیوی (جو ضعیف العمر اور بانجھ تھیں) کے حاملہ ہونے کی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ تین دن تک لوگوں سے بات چیت بند رکھیں گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں ابن الاثیر (الکامل: 1/228 تا 235' فتح الباری: 6/571) نے بیان کیا ہے کہ بعثت مسیح سے جو احکام تورات منسوخ ہوئے ان میں سے ایک بھتیجی سے نکاح بھی تھا۔ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہیرودس اپنی ایک بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام چونکہ شریعت عیسوی پر ایمان رکھتے تھے' اس لیے مانع آئے۔ تب بادشاہ کے حکم سے انہیں عبادت خانے

میں ذبح کر دیا گیا۔اس واقعے کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے اور ایک درخت کے تنے میں پناہ لی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے درخت کو حضرت زکریا سمیت آرے سے چیر دیا۔(فتح الباری:571/6)

دمشق: دمشق شام کا سب سے بڑا شہر ہے جو 36 درجے 18 دقیقے طول بلد مشرقی اور 33 درجے 30 دقیقے عرض بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً سات سو میٹر بلند ہے اور لبنان شرقیہ کے سلسلۂ کوہ کی مشرقی پہاڑی جبل قاسیون کے دامن میں آباد ہے۔ دمشق کے مشرق اور شمال مشرق میں دریائے فرات تک ایک نیم صحرائی میدان پھیلا ہوا ہے جو جنوب کی جانب عرب میں مدغم ہو جاتا ہے' اسے صحرائے شام کہتے ہیں۔ 1950ء میں دمشق کے جنوب مشرق میں ''تل الصالحیہ'' کے مقام پر جو کھدائیاں ہوئیں' ان سے یہاں چار ہزار سال قبل مسیح تک ایک شہری مرکز ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔

مصری فرعون تھتموسس سوم نے پندرہویں صدی ق م میں دمشق فتح کیا تھا۔ تل الامرنہ کے کتبوں میں اس کا نام دمشکا (Dimashka) درج ہے۔ رعمسیس ثالث کے کتبوں میں یہ نام درمسک (Darmesek) کی شکل میں ملتا ہے۔ گیارہویں صدی ق م میں دمشق سرزمین ارام کا بارونق صدر مقام تھا جس کا حوالہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ملتا ہے۔ (بائبل' پیدائش' 10:22 و 14:15) حتی کہ آج بھی دمشق کے شمال میں مقام برزہ کی مسجد ابراہیم (علیہ السلام) کو مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں آرامیوں نے اس شہر کا نقشہ تیار کیا جس کے بازار خط مستقیم میں ایک دوسرے کو قطع کر کے چوراہے بناتے تھے۔ یہ نقشہ دو ہزار ق م کے بابل اور اشور کے مشابہ تھا۔ دمشق کا شہر اپنے نہری نظام کی تیاری کے لیے آرامیوں ہی کا مرہون منت تھا۔ (ملخص مقالہ ''دمشق'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/397-398)

بائبل' سلاطین 2 کے ابواب 5 اور 8 میں دمشق کا ذکر آتا ہے۔ جب شاہ ارام کے سپہ سالار نعمان ابرص سے الیشع نبی (حضرت الیسع علیہ السلام) نے فرمایا کہ دریائے اردن میں سات بار غوطہ مار تا کہ تیرا جسم کوڑھ سے پاک ہو جائے تو وہ ناراض ہو کر کہنے لگا: ''کیا دمشق کی ندیاں ابانہ اور فرفر اسرائیل کی سب ندیوں سے بڑھ کر نہیں؟ کیا میں ان میں نہا کر پاک صاف نہیں ہو سکتا؟'' بعد میں اس نے اردن میں سات غوطے لگائے تو کوڑھ سے نجات پائی۔

دمشق حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔ 732 ق م میں اشوریوں نے شہر پر قبضہ کر کے معبد اور محل لوٹ لیا۔ اشوریوں کے بعد بابلی' ایران کے ہخامنشی' یونانی اور رومی یکے بعد دیگرے دمشق پر قابض رہے۔ یونانی سلیوکیوں نے اسے دارالحکومت بنا لیا تھا۔ لیکن جب 64 ق م میں پومپی نے شام کو رومی سلطنت میں شامل کر لیا تو انہوں نے صوبائی دارالحکومت دمشق کی بجائے انطاکیہ کو مقرر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں 612ء میں ایرانی شہنشاہ خسرو ثانی نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ایرانیوں نے اسے 627ء میں خالی کیا۔ رجب 14ھ / ستمبر 635ء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے دمشق فتح کر لیا مگر اگلے سال جنگ یرموک کے دوران حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شہر خالی کر دیا' تاہم یرموک کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل دمشق نے ہتھیار ڈال دیے۔ (دسمبر 636ء)

1154ء میں سلطان نورالدین زنگی نے دمشق فتح کرلیا۔اس کے بعد یہ شہر یکے بعد دیگرے زنگی اور ایوبی سلطنتوں کا دارالحکومت رہا۔ 1260ء میں ہلاکوخان نے دمشق پر قبضہ کر کے ایوبی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تاہم اسی سال عین جالوت کی جنگ میں تاتاری مملوک امیر رکن الدین بیبرس کے ہاتھوں شکست کھا کر دمشق خالی کر گئے۔ 1516ء میں دمشق سلطنت عثمانیہ کی عملداری میں آ گیا۔ 1915ء میں یہیں شریف مکہ حسین کے بیٹے امیر فیصل اور برطانویوں میں خفیہ ''میثاق دمشق'' طے پایا جس کی رو سے برطانیہ نے عربوں کی ''آزادی'' تسلیم کرنے کا ''وعدہ'' کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم عرب خصوصاً فلسطین اسی میثاق دمشق کے منحوس نتائج آج تک بھگت رہا ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست کے ساتھ ہی 30 ستمبر 1918ء کو ترک فوجیں دمشق خالی کر گئیں اور اتحادی دستے اس پر قابض ہو گئے۔ مارچ 1920ء میں فیصل نے دمشق میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا مگر اپریل میں نام نہاد جمعیت اقوام کے فیصلے سے فرانس کو شام پر انتداب کا حق مل گیا۔ 25 جولائی 20ء کو فرانسیسی فوج دمشق پر قابض ہوگئی۔ 1941ء میں فرانسیسی استعمار کا خاتمہ ہوا تو دمشق آزاد جمہوریہ شام (الجمهورية العربية السورية) کا دارالحکومت ٹھہرا۔

اصحاب السبت کا مسکن
(۱) اَیلہ
(۲) مدین یا مقنا...اور ایک قول کے مطابق طبریہ ہے
﴿الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾
"وہ بستی جو سمندر کے کنارے تھی۔" (الاعراف: 163/7)
بحیرۂ روم
اسکندریہ
بوطو
سالیس
(صا الحجر)
نیل کا ڈیلٹا
تانیس
افاریس
(صان الحجر)
بوسنط
فرما
عریش
غزہ
القدس
عمّان
فلسطین
الخلیل
بئر سبع
بحیرۂ مردار
کرک
سدوم
صحرائے نقب
بحیرات مرّہ
ہیلیو پولس
(عین الشمس)
قاہرہ
ممفس (منف)
بحیرۂ قارون
فیوم
قلزم (سویز)
عیون موسیٰ
اردن
بتراء
معان
وادی سرحان
مصر
دریائے نیل
خلیج سویز (سویس)
سیناء
اَیلہ (ایلات)
عقبہ
حمیدہ
خلیج عقبہ
مدین
البدع
مقنا
کوہ طور
(حورب)
تبوک
خریبہ
قلیبہ
تریم
مویلح
ضبا
تیماء
بحیرۂ قلزم (احمر)
سعودی عرب
صحرائے شام
50
100
200
300
400
کلومیٹر

اصحاب سبت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل سمیت اپنی امت میں عبادت الٰہی کے لیے جمعے کا دن مقرر فرمایا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہود (بنی اسرائیل) نے اپنی روایتی کجروی کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار کیا کہ ان کے لیے ہفتے (سبت) کا دن عبادت و برکات کا دن مقرر کر دیا جائے۔ جب ان کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا تو وحی الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے ہفتہ کو خاص عبادت کا دن مقرر کر دیا اور تاکید کی کہ اس دن کی حرمت وعظمت کو قائم رکھیں۔ اس دن میں ان کے لیے خرید وفروخت، زراعت وتجارت اور شکار حرام قرار پایا۔ لیکن جب ساحل سمندر پر واقع ایک بستی والوں نے حیلہ سازی سے اس حکم الٰہی کو مذاق بنالیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آ پکڑا اور ان کی شکلیں مسخ ہوگئیں، چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر: 163 تا 166 میں ارشاد باری ہے:

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ○

''اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جب کہ وہ ہفتے کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بالکل ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ یعنی جب وہ جس جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا تم بندر ذلیل بن جاؤ۔''

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۃ الاعراف کی آیات سبت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سبت یعنی ہفتے کے دن کو

مقدس قرار دیتے ہوئے بنی اسرائیل کو تاکید کی تھی کہ ''اس روز کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے۔ گھروں میں آگ تک نہ جلائی جائے' جانوروں اور لونڈیوں تک سے کوئی خدمت نہ لی جائے اور یہ کہ جو شخص اس ضابطے کی خلاف ورزی کرے اسے قتل کر دیا جائے' لیکن بنی اسرائیل نے آگے چل کر اس قانون کی علانیہ خلاف ورزی شروع کر دی۔ ''یرمیاہ'' نبی کے زمانے میں (جو 628 اور 586 قبل مسیح کے درمیان گزرے ہیں) خاص یروشلم کے پھاٹکوں سے لوگ سبت (ہفتہ) کے دن مال و اسباب لے کر گزرتے تھے' اس پر نبی موصوف نے اللہ کی طرف سے یہودیوں کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگ شریعت کی اس کھلم کھلا خلاف ورزی سے باز نہ آئے تو یروشلم نذر آتش کر دیا جائے گا (یرمیاہ: 17:20۔27) اسی کی شکایت حزقی ایل نبی بھی کرتے ہیں' جن کا دور 595 اور 536 قبل مسیح کے درمیان گزرا ہے' چنانچہ ان کی کتاب میں سبت کی بے حرمتی کو یہودیوں کے قومی جرائم میں سے ایک بڑا جرم قرار دیا گیا ہے (حزقی ایل: 12/20۔24) ان حوالوں سے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید یہاں جس واقعے کا ذکر کر رہا ہے وہ بھی غالباً اسی دور کا واقعہ ہے۔ (تفہیم القرآن: 90/2)

ایلہ: اس کا نام ایلہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا (معجم البلدان) عام روایات کے مطابق یہیں اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ آج کل یہاں ایلات نامی شہر آباد ہے' جس کے قریب رومی دور کے شہر ایلہ کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ ایلات خلیج عقبہ کے شمالی سرے پر بندرگاہ ہے جو اسرائیل کے غاصبانہ تسلط میں ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے کنعان جاتے ہوئے ایلہ (ایلات) سے گزرے تھے۔

ایلہ یا ایلات کا قدیم نام عصیون جابر (Ezion-geber) ہے' چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 3 میں لکھا ہے: ''نیلسن گلوئک جس نے تورات کے عصیون جابر (تل الخلیفہ) کی جائے وقوع (ساحل بحر قلزم کے نزدیک العقبہ سے تقریباً 3 کلومیٹر شمال مغرب میں) کی کھدائی کی ہے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قدیم عصیون جابر اور الث (Elath) = ایلات (ایلہ کا پیشرو) دونوں کا محل وقوع دراصل ایک ہی ہے۔ تورات بعض اوقات ان دونوں کے درمیان فرق کرتی ہے (استثناء' 8:2) حالانکہ دوسرے موقع پر اس کی عبارت سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں مقام ایک ہی تھے (ملوک (ثانی)' 22:14)

ایلہ کے بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے آیات سبت (الاعراف) کی ذیل میں لکھا ہے: ''وہ مقام جہاں اصحاب السبت آباد تھے وہ ایلہ' ایلات یا ایلوت تھا جہاں اب ''اسرائیل'' کی یہودی ریاست نے اسی نام کی ایک بندرگاہ بنائی ہے اور جس کے قریب ہی اردن کی مشہور بندرگاہ ''عقبہ'' واقع ہے۔ اس کی جائے وقوع بحر قلزم (احمر) کی اس شاخ کے انتہائی سرے پر ہے جو جزیرہ نمائے سیناء کے مشرق اور عرب کے مغربی ساحل کے درمیان ایک لمبی خلیج کی صورت میں نظر آتی ہے۔ بنی اسرائیل کے زمانہ عروج میں یہ بڑا اہم تجارتی مرکز تھا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے بحر قلزم کے جنگی و تجارتی بیڑے کا صدر مقام اسی شہر کو بنایا تھا۔ (تفہیم القرآن: 89/2)

عقبہ: یہ خلیج عقبہ پر اردن کی واحد بندرگاہ ہے۔ عقبہ' ایلات (ایلہ) سے دو تین کلومیٹر مشرق میں ہے۔ اور تفہیم القرآن جلد دوم میں ''نقشہ خروج بنی اسرائیل'' کے نیچے لکھا ہے: ''عقبہ یا ایلہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔'' ان

سے اور دکتور شوقی ابوخلیل کے اطلس القرآن کے نقشوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ عقبہ اور ایلہ ایک ہی بستی کے جدید اور قدیم نام ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ دو مختلف شہر ہیں۔ المنجد فی الاعلام اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ دونوں میں ایلات (ایلہ) اور عقبہ دونوں کو الگ الگ عنوانات کے تحت دیا گیا ہے، تاہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 13 میں عقبہ کے زیر عنوان لکھا ہے: ''العقبہ کو ایلہ کا قائم مقام سمجھنا چاہیے کیونکہ ایلہ کی آبادی کے زیادہ جنوب مشرقی جانب بڑھنے سے العقبہ کی نشوونما ہوئی۔ عقبہ دراصل عقبہ ایلہ کی مختصر شکل ہے اور اس سے جبل ام نصیلہ کا درہ مراد ہے......اور آخر کار اسی (درے) کی نسبت سے یہ شہر اس نام سے موسوم ہوا۔ عقبہ ایلہ ایک قدیم نام ہے حتیٰ کہ الادریسی (متوفی 1166ء) تک نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔'' اور المنجد فی الاعلام کے مطابق ''ایلات بحیرہ احمر اور عقبہ کے بائیں طرف ایک بندرگاہ ہے، یہاں رومی دور کے ایلہ کے کھنڈر ہیں۔'' اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عقبہ اور ایلہ دو مختلف شہر ہیں۔

مدین: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اصحاب سبت کا واقعہ مدین میں پیش آیا تھا۔ مدین کا قبیلہ بحیرہ قلزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام (اردن) کے متصل حجاز کا آخری حصہ تھی اور عہد نبوی میں حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں مدین کے کھنڈر راہ میں پڑتے تھے۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ قرآن مجید میں مدین سے گزرنے والے اہل حجاز کے تجارتی راستے کو ''امام مبین'' (کھلی اور صاف شاہراہ) قرار دیا ہے جو قوم لوط اور اہل مدین دونوں کے علاقوں سے گزرتی تھی۔ اہل مدین کی بستیاں خلیج عقبہ کی بندرگاہ ایلہ کے جنوب میں خلیج عقبہ اور بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ اور مشرق میں تبوک تک واقع تھیں۔ مدین کے علاقے میں ان دنوں الحمیدہ، مقنا، الخریبہ، تریم، البدع، المویلع اور ضبا نامی بستیاں آباد ہیں۔ مدین کا خلیج عقبہ کے اسرائیلی شہر ایلہ سے فاصلہ سوسوا سو کلومیٹر ہے۔

مقنا: ابن زید کہتے ہیں کہ اصحاب سبت کی بستی کا نام مقنا تھا اور وہ مدین اور عینونا کے درمیان واقع تھی۔ یہ بستی خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر مدین کے جنوب میں پچیس تیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مقنا کے یہودیوں سے ان شرائط پر صلح ہوئی تھی کہ وہ اپنے ایک چوتھائی اونٹ (چراگاہ میں) اور ایک چوتھائی چوپائے اور ان کے بچے جزیے میں دیں گے۔ واقدی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک چوتھائی چوپائے اور ایک چوتھائی پھل دینے کی شرط پر مصالحت کی تھی۔ (معجم البلدان)

طبریہ: فلسین کا یہ شہر بحیرہ طبریہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے۔ یروشلم کی تباہی (586ء) کے بعد طبریہ یہودیوں کا تہذیبی مرکز بن گیا۔ (المنجد فی الاعلام) اسے 13ھ میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ 1099ء میں یورپی صلیبیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ صلاح الدین ایوبی نے معرکۂ حطین (1087ء / 583ھ) میں فتح یاب ہو کر طبریہ کو صلیبی قبضے سے چھڑایا۔ لبنان کے پہاڑوں سے آنے والا دریائے اردن پہلے بحیرہ طبریہ میں گرتا ہے، پھر اس کے جنوب سے نکل کر دریائے یرموک کو ساتھ ملاتا ہوا بحیرہ مردار میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ بحیرۂ روم کی بندرگاہوں حیفا اور عکا دونوں سے طبریہ کا فاصلہ پچاس پچاس کلومیٹر ہے جبکہ بیت المقدس اور دمشق دونوں میں سے

ہر ایک طبریہ سے تقریباً 125 کلومیٹر دور ہے۔ بائبل میں اس کا نام گلیل آیا ہے۔ گرم پانی کا ایک چشمہ جو ''حمہ سلیمان بن داود'' کہلاتا ہے طبریہ اور بیسان کے درمیان واقع ہے اور بحیرہ طبریہ کے اندر ایک تراشیدہ چٹان ہے جس کے بارے میں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن مجید میں مندرجہ ذیل پانچ مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	39	مریم	19	12'7
الأنعام	6	85	الأنبياء	21	90

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

''اے زکریا! ہم تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس سے قبل اس کا کوئی ہم نام پیدا نہیں کیا۔'' زکریا کہنے لگا: ''پروردگار! میرے گھر بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں شدید بڑھاپے کی حالت میں ہوں؟'' فرشتے نے کہا: ''اسی حالت میں ہوگا۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہت آسان ہے کہ میں نے اس سے قبل تجھے پیدا کیا حالانکہ تو کچھ بھی نہ تھا۔'' زکریا نے کہا: ''رب کریم! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نشانی یہ ہے کہ تو تین دن رات باوجود تندرست ہونے کے لوگوں سے کلام نہیں کر سکے گا۔'' پھر وہ اپنے خصوصی کمرۂ عبادت سے اپنی قوم کی طرف نکلا اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح میں مشغول رہو۔'' اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ۔'' اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت عطا فرما دی تھی اور اپنی طرف سے شفقت و پاکیزگی مہیا فرمائی تھی۔ وہ بہت پرہیزگار اور والدین سے حسن سلوک کرنے والا تھا۔ وہ سرکش

اور نافرمان نہیں تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا، جس دن مرے گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔''
(مریم:19/7...15)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جناب مسیح علیہ السلام کو دریائے اردن میں بپتسمہ دیا۔ اسی بنا پر حضرت یحییٰ کو یوحنا اور مَعمَدان بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں ''صخرہ'' پر ذبح کیا گیا اور ان کا سر مبارک کاٹ کر دمشق لے جایا گیا۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے دور کے ایک بادشاہ نے اپنی کسی محرم لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اسے منع فرمایا۔ اس کا اس نے دل میں برا منایا۔ آخر کار جب اس نے اسی لڑکی سے شادی کر لی تو لڑکی نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ بالآخر لڑکی نے خفیہ طور پر کسی کے ہاتھوں انہیں قتل کروا دیا۔ قاتل نے ان کا سر اسے پیش کر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دمشق میں قتل کیا گیا۔ اب تک دمشق کی ''مسجد اموی'' میں ان کا مدفن موجود ہے۔

* قصص الأنبیاء، ابن کثیر : 404
* قصص الأنبیاء، الثعلبي : 377
* قصص الأنبیاء، الطبري : 317
* المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم : 225
* المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظیم : 1328
* قصص الأنبیاء، النجار : 369

شام
دمشق
لبنان
دریائے لیطانی
بحر متوسط (بحیرۂ روم)
صور
حولہ
عکا
حیفا
عتلیت
قیساریہ
طبریہ
جھیل طبریہ
ناصرہ
ازرع
شہبا
سویداء
دریائے یرموک
درعا (اذرعات)
بصری الشام
دریائے اردن
فلسطین
جلعاد
یافا
لد
رملہ
رام اللہ
القدس (یروشلم)
اریحا
قصر الحلابات
عمان
ازرق
قصر عمرہ
بیت لحم
غزہ
الخلیل
بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار)
موآب
خان یونس
رفح
بئر سبع
کرک
ادوم
سدوم عامورہ
ضوغر
اردن
صحرائے نقب
پٹرا
معان
یحییٰ علیہ السلام
القدس، دریائے اردن اور دمشق
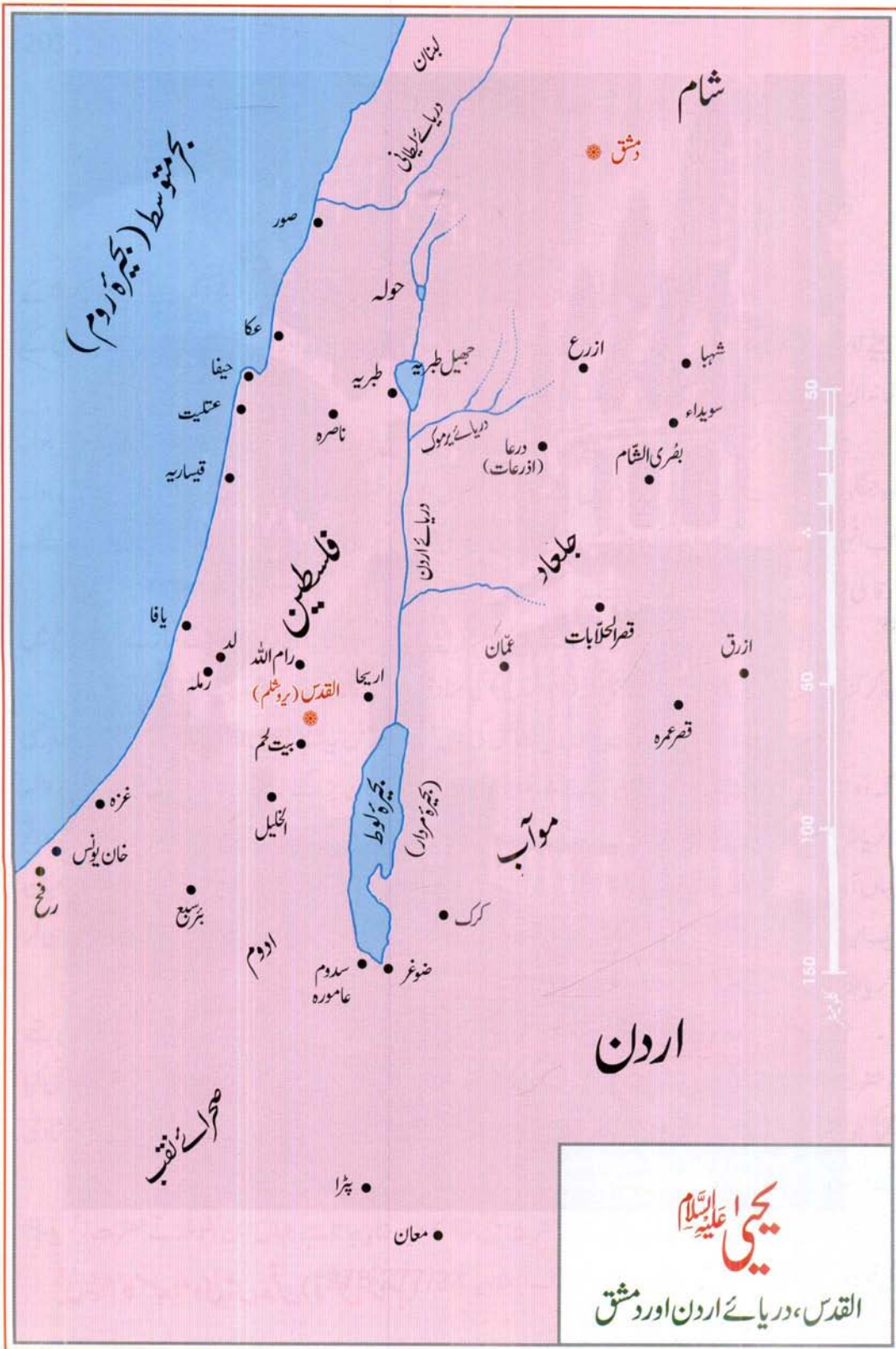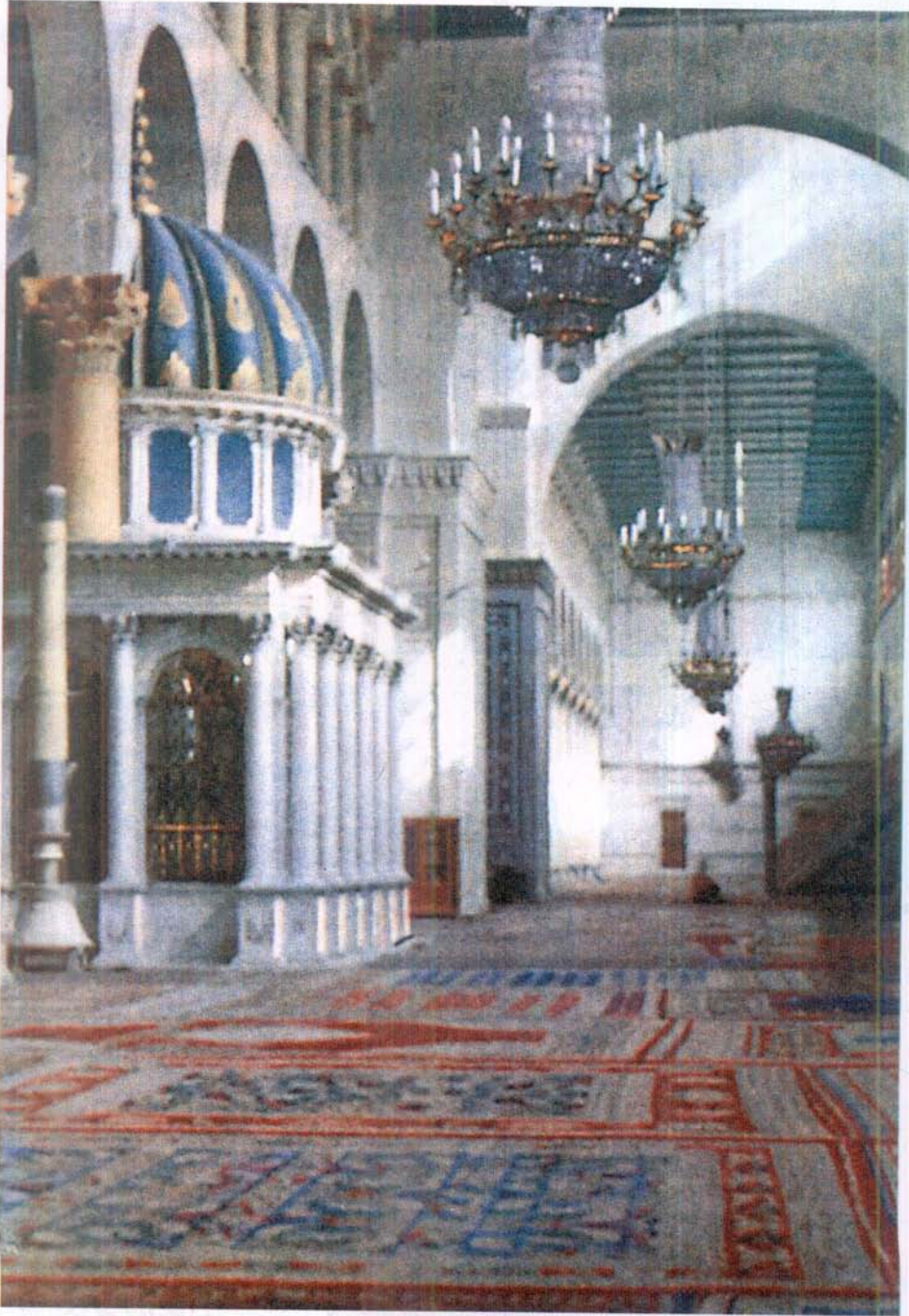
یحییٰ علیہ السلام کا مسجد اموی میں مدفن (دمشق، شام)

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن عزیز میں ان ہی سورتوں میں آیا ہے جن میں زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ زکریا علیہ السلام کے بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا حاصل تھے۔ ان کا نام بھی اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہے اور ایسا نام ہے کہ اس سے قبل ان کے خاندان میں سے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ''قصص القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ (علیہ السلام) کی زندگی کا بہت بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا۔ وہ جنگلوں میں خلوت نشین رہتے اور درختوں کے پتے اور ٹڈیاں ان کی خوراک تھیں اور وہیں ان پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔ تب انہوں نے دریائے اردن کے نواح میں دین الٰہی کی منادی شروع کر دی اور عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔ لوقا کی انجیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

''اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا (یحییٰ) پر اترا اور وہ یردن (اردن) کے سارے گردونواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ (اصطباغ) کی منادی کرنے لگا۔'' (باب:3 آیت:302)

ابن عساکر نے وہب بن منبہ سے چند روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام پر خدا کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے حتی کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے والد زکریا علیہ السلام نے جب ان کو جنگل میں تلاش کر لیا تو ان سے فرمایا: ''بیٹا! ہم تیری یاد میں مضطرب تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ وگریہ میں مشغول ہے!'' یحییٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: ''اے باپ! تم نے مجھ کو بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق ودق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔'' یہ سن کر زکریا علیہ السلام بھی رونے لگے۔ (البداية والنهاية:49/2)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصے کی خصوصیات مختلف عرب مصنفین کے ہاں مختلف ہیں۔ طبری کے بقول وہ پہلے شخص تھے جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تک زندہ رہے اور انہیں ہیرودیاس کی درخواست پر قتل کیا گیا' جو یہودی بادشاہ ہیرود کی بھتیجی یا اس کی بھانجی تھی۔ وجہ یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ کی ہیرودیاس کے ساتھ شادی سے اختلاف کیا تھا۔

آج بھی دمشق کی بڑی مسجد میں ایک قبر کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے جہاں ابن بطوطہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی قبر ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:23/277'278)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نام نامی کے ساتھ قرآن مجید میں پچیس دفعہ، لقب مسیح کے ساتھ گیارہ دفعہ اور ابن مریم کی کنیت کے ساتھ تیئس دفعہ مذکور ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) عیسیٰ (۲۵ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	253‘136‘87
آل عمران	3	84‘59‘55‘52‘45
النّساء	4	171‘163‘157
المائدة	5	‘112 ‘110 ‘78 ‘46 116‘114
الأنعام	6	85
مريم	19	34
الأحزاب	33	7
الشُّورىٰ	42	13
الزُّخرف	43	63
الحديد	57	27
الصَّف	61	14‘6

(۲) المسیح (گیارہ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	45
النّساء	4	172‘171‘157
المائدة	5	17 (دو دفعہ)‘ 72 (دو دفعہ)‘75
التّوبة	9	31‘30

(۳) ابن مریم (۲۳ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	253‘87
آل عمران	3	45
النّساء	4	171‘157
المؤمنون	23	50
الأحزاب	33	7
الزخرف	43	57

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
المائدة	5	17 (دو دفعہ)، 46، 72، 75، 78، 110، 112، 114، 116	الحدید	57	27
التوبة	9	31	الصَّف	61	6، 14
مریم	19	34			

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا: ''ہو جا'' تو وہ ہو گیا۔'' (آل عمران:59/3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۷۱﴾

''اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ بڑھ جاؤ اور اللہ کی نسبت وہی بات کہو جو حق اور سچ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف بھیجا اور وہ اللہ کی پیدا کردہ روح ہے' اس لیے اللہ پر ایمان رکھو اور اس کے تمام رسولوں کو مانو۔ اور مت کہو کہ اللہ تین ہیں۔ باز آ جاؤ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تو واحد معبود ہے اور وہ اس بات سے منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کافی نگران ہے۔'' (النساء:171/4) اللہ کا ارشاد ہے:

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾

''اور وہ (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے

کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے جیسا ڈھانچہ بناتا ہوں' پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے۔ نیز میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور پھلبہری کے مریض کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اور تمہیں بتادیتا ہوں کہ تم گھر میں کیا کھا کر آئے ہو اور کیا باقی رکھ آئے ہو۔ بلاشبہ ان معجزات میں تمہارے لیے نشانی ہے بشرطیکہ تمہارا ارادہ ایمان لانے کا ہو۔'' (آل عمران:49/3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

''مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے: ''ہم اس گود کے بچے سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟ مگر بچہ کہنے لگا: ''میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے۔ اور مجھے زندگی بھر کے لیے نماز روزے کا تاکیدی حکم دیا ہے' نیز مجھے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے متکبر اور بدنصیب نہیں بنایا۔ مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا' جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔'' (مریم:29/19...33) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

''اور جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کی بجائے معبود بنالینا؟'' وہ کہے گا: ''سبحان اللہ! میرے لیے یہ کیونکر مناسب تھا کہ میں ایسی بات کرتا جو میرا حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو تو جان چکا ہوتا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے میں تیرے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ بلاشبہ تو ہی ہر قسم کے غیب جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی۔ نیز میں تو اس وقت ان کا ذمہ دار تھا جب ان میں تھا لیکن جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔ اور تو ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ اب اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے غلام ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو (کوئی تجھے پوچھنے والا نہیں کیونکہ) تو سب پر غالب اور خوب حکمت والا ہے۔'' (المائدۃ:5/116...118) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

''مسیح ابن مریم صرف رسول تھا۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اس کی والدہ انتہائی راستباز خاتون تھی۔ وہ دونوں کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ دیکھیے ہم کس طرح ان کے سامنے اپنی آیات واضح فرماتے ہیں؟ اور پھر دیکھیے کہ وہ کدھر بہکے پھرتے ہیں؟'' (المائدۃ:5/75)

حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین کے ایک شہر بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ معروف ''کھجور کا درخت'' بھی وہیں تھا۔ اور وہ چھوٹی سی نہر بھی، جس کا ذکر ولادت مسیح کے سلسلہ میں آتا ہے۔ اصلاً ان کا تعلق فلسطین کے شمال میں ایک بستی ناصرہ سے تھا، جو (جھیل) گلیل کے قریب ہے۔

وہ اپنی مقدس ومطہر ماں کے ساتھ ناصرہ ہی میں رہے، البتہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ اپنی والدہ اور یوسف نجار کے ساتھ مصر کے شہر ''عین شمس'' بھی گئے تھے۔ وہاں اس مبارک خاندان کی رہائش ''مطریہ'' کے مضافات میں تھی۔ جسے کنواری مریم کا درخت (شجر مریم) کہا جاتا ہے۔ پھر یہ خاندان ناصرہ واپس آ گیا۔ اس کے بعد انجیل مسیح علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بارے

میں بالکل خاموش ہے۔ اس وقت ان کی عمر 12 سال تھی‘ پھر ان کا تذکرہ اس وقت ملتا ہے جب ان کی عمر 30 سال ہوئی اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملے۔ 1975ء میں یونیسکو نے ایک انجیل شائع کی جس کا انکشاف مصر کے ایک شہر ”نجع حمادی“ میں 1945ء میں ہوا تھا۔ اس میں لکھا ہے:

”نجات دہندہ کہتا ہے: جس شخص کو تو نے خوش خوش ہنستے مسکراتے دیکھا تھا وہ زندہ یسوع تھا۔ لیکن جس شخص کے ہاتھوں اور پاؤں میں وہ لوگ کیل ٹھونک رہے تھے وہ کوئی اور تھا۔ درحقیقت وہ ایک مشابہ شخص کو سولی دے رہے تھے۔ اسے بھی دیکھ مجھے بھی دیکھو۔“

”وہ کوئی اور شخص تھا جس نے کڑوا مشروب اور سرکہ پیا تھا‘ میں نہیں تھا۔ وہ کوئی اور شخص تھا جو اپنے کندھے پر صلیب اٹھائے جا رہا تھا۔ وہ کوئی اور تھا جس کے سر پر لوگوں نے کانٹوں کا تاج رکھا تھا۔ میں تو اوپر‘ بہت اوپر‘ ان کی جہالت پر ہنس رہا تھا۔“

اور اب قرآن مجید کا بیان پڑھیے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

”(ہم نے یہودیوں پر لعنت کی کیونکہ) وہ کہتے ہیں: ”ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔“ حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے‘ وہ خود شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس اٹھا لیا تھا اور اللہ تعالیٰ غالب‘ خوب حکمت والا ہے۔“ (النساء 157/4‘ 158)

- العقائد الوثنية في الديانة النصرانية : 77
- قصص الأنبياء‘ الثعلبي : 383
- قصص الأنبياء‘ الطبري : 449
- قصص الأنبياء‘ النجار : 371
- قصص الأنبياء‘ ابن كثير : 416
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 494‘ 665‘ 666
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 856
- ينابيع المسيحية :160
- مجلة المجلة العدد : 712‘ تشرين الأول (اكتوبر) 1993 م
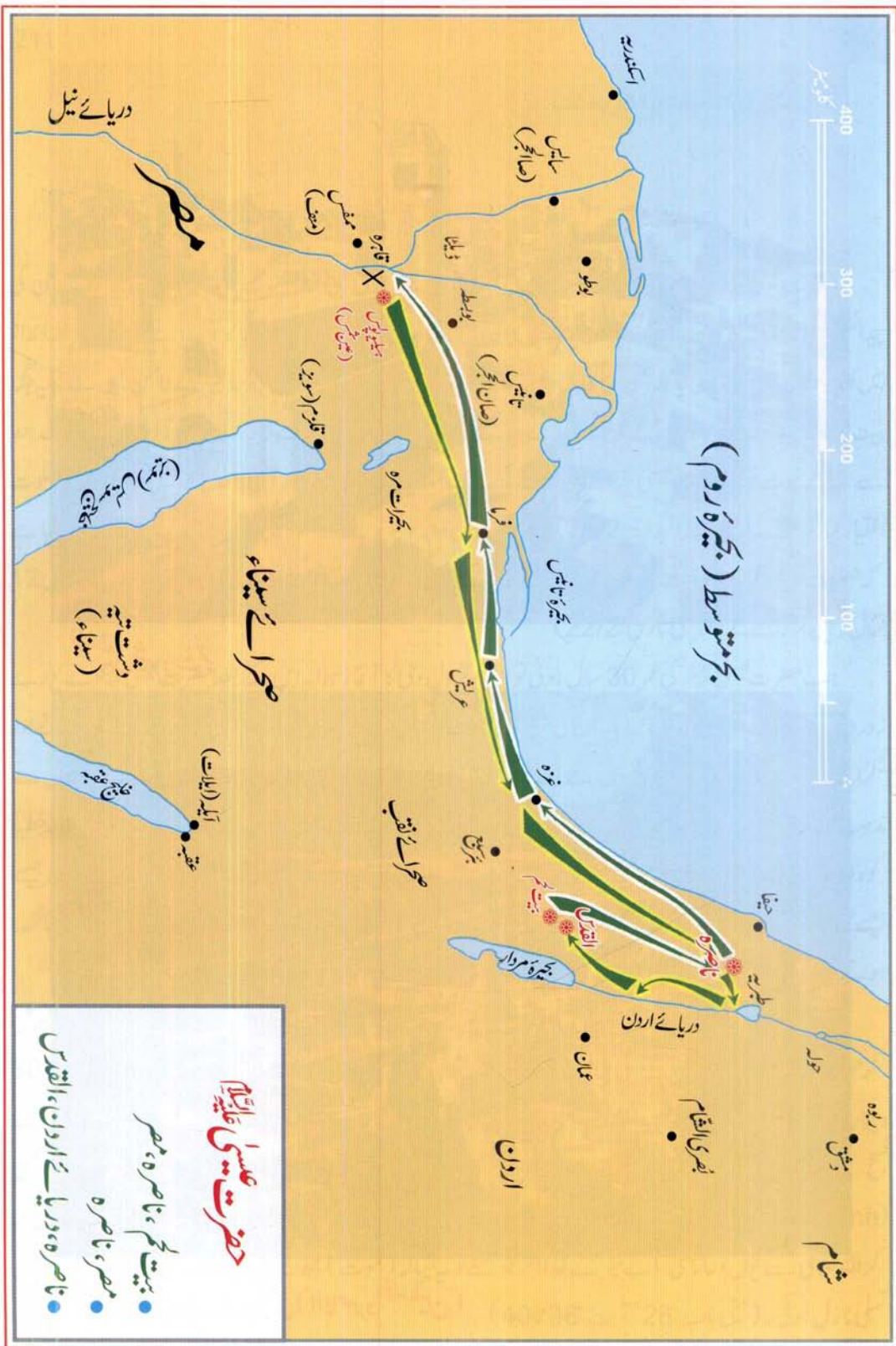
فلسطینی شہر بیت لحم

عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش (الناصرہ، فلسطین)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم' سلسلۂ انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ ان کی پیدائش معجزانہ انداز میں بغیر باپ کے ہوئی۔ جب یہودیوں نے آپ کی والدہ پر الزام لگایا تو آپ نے گود میں معجزانہ انداز میں کلام کر کے اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کوہ ساعیر کے دامن میں ہے۔ یہ جگہ بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگوں نے جائے پیدائش ناصرہ کو قرار دیا ہے (ترجمان القرآن) پیدائش کے بعد سے لے کر نبوت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں رہے۔ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس مسئلے پر سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ ابن کثیر (البدایۃ :70/2) نے وہب بن منبہ وغیرہ سے' جو اسرائیلی روایات کے ماہر تھے' یہ نقل کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بادشاہ وقت ہیرود کے خوف سے مصر کے کسی مقام پر چلی گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے ابتدائی 12 سال وہیں گزرے۔ (الطبری تاریخ :22/2)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر 30 سال ہوئی تو ان پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پورے زور وشور سے دعوت وتبلیغ کا آغاز کر دیا۔ ان کی تبلیغ میں حکمت ودانائی کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی پر شدت سے عمل کرنے اور کرانے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے مواعظ میں ان مذہبی لوگوں کو خاص طور پر ہدف تنقید بنایا' جنھوں نے مذہب کے نام پر دکانداریاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اعلان نبوت کے چند دن بعد ایک پہاڑی سے وعظ کیا' جسے خطبہ کوہ (sermon on the mount) کہا جاتا ہے۔ اس وعظ میں ان کی تمام تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے۔ پھر جیسے جیسے عوام ان سے متاثر ہوتے گئے خواص' یعنی مذہبی لوگ' کاہن اور فریسی (Pharisees) اتنے ہی ان کے مخالف ہوتے گئے' کیونکہ انہیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ :364/14/2)

بہر حال دشمنوں نے رومی گورنر پونطس پیلاطس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ابھارا اور اس کے سپاہیوں کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی سازش تیار کر لی اور بقول انجیل حضرت عیسیٰ کے ایک شاگرد یہوداہ اسکریوتی کو 30 دینار پر جاسوسی کے لیے تیار کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذہبی تہوار کے موقع پر بیت المقدس آئے ہوئے تھے یہاں انہوں نے فسح کا آخری کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گیارہ شاگردوں سمیت شہر کے باہر گتسمنی (Gethsemane) نامی ایک جگہ شب باشی کے لیے تشریف لے گئے' پھر اپنے شاگردوں سے الگ ہو کر منہ کے بل گر کر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی: اے میرے خدا اگر ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) مجھ سے ٹل جائے۔ اس دعا کے جواب میں تسلی نازل ہوئی۔ (متی باب :26' آیت :36 تا 40)

مسلم علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد یہودا اسکریوتی [یا اسخریوطی] کی رہنمائی میں مذکورہ جگہ کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا تو عین اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور خود گرفتار کروانے والے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و شباہت طاری کر دی۔ چنانچہ حکومت کے اہلکاروں اور یہودیوں حتی کہ خود حواریوں نے بھی اسی کو حضرت عیسیٰ سمجھ لیا اور اسی کو لے جا کر پھانسی پر چڑھا دیا جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ (آیات 157-158) میں مذکور ہے۔

بیت اللحم (Bethlehem): یہ بیت المقدس کے جنوب میں 8 کلومیٹر کے فاصلے پر غرب اردن کے اندر واقع ہے۔ جو 1967ء سے اسرائیلی تسلط میں ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے۔ یہاں کلیسائے ولادت ہے جسے قسطنطین اعظم نے 326ء میں تعمیر کرایا تھا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے تو بیت اللحم کا ایک راہب حاضر ہوا اس نے کہا کہ میرے پاس آپ کی طرف سے بیت اللحم کے لیے امان نامہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے وہ امان نامہ پیش کر دیا (جو اس نے دو جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ سے لکھوایا تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہچان کر کہا کہ یہ درست ہے مگر ضروری ہے کہ ہم عیسائیوں کے ہر مقام پر مسجد بنائیں۔ راہب نے کہا: "بیت اللحم میں ایک محراب ہے جس کا رخ آپ کے قبلے کی طرف ہے، اسے آپ مسلمانوں کے لیے مسجد بنالیں اور گرجا منہدم نہ کریں۔ آپ نے گرجے کو چھوڑ دیا اور محراب کے پاس جا کر نماز پڑھی اور اسے مسجد بنا لیا۔ اسے محراب عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے اور فرنگیوں (صلیبیوں) نے جب شہر پر قبضہ کیا تو اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہاں داود اور سلیمان علیہما السلام کی قبریں ہیں۔" (معجم البلدان)

ناصرہ (Nazareth): یہ فلسطین کے علاقہ گلیل میں واقع ہے اور اسرائیلی ناجائز اور غاصب مملکت میں شامل ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ حضرت مریم کا تعلق ناصرہ ہی سے تھا۔ ناصرہ کی نسبت ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ بیت المقدس سے ناصرہ کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر شمال کی طرف ہے۔

حضرت لقمان حکیم

حضرت لقمان حکیم کا نام قرآن مجید کی ایک سورت' جو انہیں کے نام سے موسوم ہے یعنی ''سورۂ لقمان'' میں دو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
لقمان	31	13'12

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

''بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ جو شخص شکر ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرے گا اور جو ناشکری کرے گا' اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بے پروا اور قابل تعریف ہے۔ جب لقمان نے اپنے بیٹے سے نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے۔''
(لقمان:13'12/31)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (حسن سلوک کا) تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس کی والدہ نے اسے

بہت کمزوری کی حالت میں اپنے پیٹ میں اٹھایا اور پھر اسے دو سال تک دودھ پلایا۔ میرا (اللہ کا) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ آخر لوٹنا تو میری ہی طرف ہے' البتہ اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو ہرگز ان کی بات نہ مان البتہ دنیوی تعلقات میں ان سے حسن سلوک کر اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف آ رہا ہے۔ آخر کار تم سب میری طرف لوٹو گے اور میں تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دوں گا۔ ''اے بیٹا! اگر (تیرا عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو' خواہ وہ کسی چٹان میں چھپا ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں' اللہ تعالیٰ اسے سامنے لے آئے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ اے بیٹا! نماز پڑھا کر' نیکی کا حکم دے' برائی سے روک اور کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کر یقیناً یہ (بہت ضروری اور) ہمت کے کام ہیں۔ اور (از راہ تکبر) لوگوں کے سامنے اپنے رخسار ٹیڑھے نہ کیا کر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی اکڑ کر فخریہ چال چلنے والے (خود پسند اور شیخی خورے) کو پسند نہیں فرماتا اور اعتدال کے ساتھ چل اور اپنی آواز پست رکھ کیونکہ گدھے کی آواز انتہائی نازیبا (اور بری) آواز ہوتی ہے۔'' (لقمان: 31/14...19)

حضرت لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کے دور نبوت تک زندہ رہے۔ جب حضرت داود علیہ السلام نبی بنے تو انہوں نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے ''اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' آپ کا تعلق نوبیہ (سوڈان) سے تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے نہ بادشاہ' بلکہ آزاد کردہ حبشی غلام تھے۔

خالد ربعی فرماتے ہیں کہ ان کے آقا نے ایک دفعہ انہیں کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کی دو بہترین بوٹیاں لاؤ۔ وہ زبان اور دل نکال کر لے گئے۔ پھر چند دن بعد آقا نے یہی حکم دیا اور کہا دو بدترین بوٹیاں لے کر آؤ تو وہ پھر بھی زبان اور دل ہی نکال کر لے گئے۔ آقا نے وضاحت طلب کی تو فرمانے لگے: ''یہ دونوں اعضاء اگر پاکیزہ ہوں تو سب سے بہترین ہوتے ہیں اور اگر پلید ہوں تو بدترین ہوتے ہیں۔''

ان کے اقوال حکمت میں سے ایک یہ ہے:

''خاموشی دانائی کی علامت ہے مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔''[1]

❀ موسوعة القرن العشرين : 370/8

① تفسير الطبري : 209/10

بحر متوسط (بحیرۂ روم)
سلوم
مرسہ مطروح
اسکندریہ
ڈیلٹا
قاہرہ
القدس
عمان
اردن
قلزم (سویز)
سدر
ایلہ
عقبہ
سعودی عرب
سیناء
مصر
نخلستان جغبوب
نشیب قطّارہ
نخلستان سیوہ
نخلستان فرافرہ
نخلستان داخلہ
نخلستان خارجہ
غردقہ
سفاجہ
اسیوط
قصیر
وجہ
قنا
اسوان
وادی حلفا
افریقہ
صحرائے نوبیہ
ابوحمد
بورسودان (پورٹ سوڈان)
دنقلہ
مروی
عطبرہ
سودان
خرطوم
وادمدنی
سطح مرتفع حبشہ
نوبیہ
لقمان حکیم کا وطن

اضافی توضیحات وتشریحات

لقمان حکیم

لقمان یا حکیم لقمان' اہل عرب کے ہاں ایک مشہور شخصیت ہے لیکن اس کے باوجود ان کے حالات اور خاندان ونسب سے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اور اس اتفاق کے سوا کہ وہ ایک بہت بڑے دانا (حکیم) تھے اور ان کے حکیمانہ اقوال صحیفۂ لقمان کے نام سے ان کے درمیان معروف ومشہور تھے ان سے متعلق باقی امور میں متضاد آراء پائی جاتی ہیں' اور یہ اس لیے کہ تاریخ قدیم میں لقمان نام کی ایک اور شخصیت کا پتا چلتا ہے جو عاد ثانیہ (قوم ہود علیہ السلام) میں ایک نیک بادشاہ گزرا ہے اور خالص عرب نژاد ہے۔ مشہور مورخ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ لقمان حکیم عرب کے مشہور قبیلہ عاد سے یعنی عرب بائدہ کی نسل سے تھے اور غلام نہ تھے بلکہ بادشاہ تھے۔ (کتاب التیجان' ص:70۔ بحوالہ قصص القرآن)

اس کے برعکس ابن جریر' ابن کثیر' سہیلی جیسے مورخین کی رائے یہ ہے کہ مشہور لقمان حکیم افریقی النسل تھے اور عرب میں ایک غلام کی حیثیت سے آئے تھے' چنانچہ یہ حضرات ان کا نسب نامہ اور حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں: لقمان بن عنقا (باثار) بن سندون۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ سودان کے نوبی قبیلہ سے تھے اور پستہ قد' بھاری بدن اور سیاہ رنگ کے تھے۔ ان کے ہونٹ موٹے اور ہاتھ پیر بھدے تھے مگر نہایت نیک' عابد وزاہد' صاحب حکمت اور دانا تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ (ابن کثیر:2193/3۔ ابن جریر:11/81۔82)

نوبیہ: یہ صحرائی علاقہ شمالی سودان میں دریائے نیل کے مشرق میں خرطوم (سودان کا دارالحکومت) اور اسوان (مصر) کے درمیان واقع ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے لیبیا (صحرائے اعظم کا حصہ) اور مشرق میں بحیرہ احمر کے ساحلی پہاڑ ہیں۔ صحرائے نوبیہ کا رقبہ 3 لاکھ 10 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ دریائے نیل اور دریائے اتبارا (عطبرہ) اس کے میدانی حصوں کو سیراب کرتے ہیں جہاں سے کپاس اور کھجور کی وافر پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ زیریں نوبیہ مصر میں اسوان اور وادیٔ حلفہ کے مابین پھیلا ہوا ہے جبکہ بالائی نوبیہ' سودان میں ہے۔ فرعونی ادوار میں نوبیہ نے ترقی کی۔ مختلف زمانوں میں نپتہ (نزد جبل برقل)' مروی اور دنقلہ اس کے دارالحکومت رہے۔ مصر کی وسطی بادشاہت کے زمانے میں 2000 ق م کے فوراً بعد اس پر مصریوں نے قبضہ کرلیا اور تقریباً پندرہویں صدی ق م سے یہاں وائسرائے حکمران رہے۔ بتدریج یہاں مصری تہذیب غالب آگئی اور سونے کی تجارت پھولی پھلی۔ آٹھویں صدی ق م میں نوبیہ میں آزاد بادشاہت قائم ہوئی اور کچھ عرصے کے لیے مصر پر بھی نوبیہ کا اقتدار قائم ہوگیا۔ سعد العالی اسوان کی جھیل ناصر میں نوبیہ کا خاصہ علاقہ زیر آب آیا ہے۔

اِرَمُ ذَاتُ العِمَاد

بعض لوگ نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اسکندریہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دمشق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''عدن'' کے قریب ایک شہر ہے یا حضر موت اور صنعاء کے درمیان میں ایک شہر ہے اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے:

''بعض محققین نے کہا ہے: یہ علاقہ کسی زمانے میں تھا۔ اب مٹ چکا ہے۔ اب اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔'' بعض نے کہا ہے: ''اس سے اسکندریہ مراد ہے۔ اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے مراد دمشق ہے۔''

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ ''ارم ذات العماد'' جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ ''جس جیسا کوئی شہر نہیں بنا۔'' یمن میں حضر موت اور صنعاء کے درمیان تھا جسے شداد بن عاد نے بنایا تھا۔''

قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤

''کیا تجھے علم نہیں کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بڑے بڑے ستونوں والے ارم کے ساتھ؟ جن جیسے لوگ کسی علاقہ میں پیدا نہیں کیے گئے۔ اور ثمود کی قوم کے ساتھ؟ جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بنائے۔ اور میخوں کے ساتھ عذاب دینے والے فرعون کے ساتھ؟ جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں سرکشی کی اور بہت فساد برپا کیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ بلاشبہ تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''
(الفجر: 89/6...14)

اِرَمِ ذَاتِ الْعِمَاد کا مسکن
(۱) یمن کے مشرق میں
(۲) بعض ان کا مسکن دمشق اور بعض اسکندریہ بتاتے ہیں
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
100
بحیرۂ روم
اسکندریہ
دمشق
شام
القدس
عمّان
صحرائے شام
قاہرہ
اردن
آیلہ
سیناء
صحرائے نفود
مدین
مصر
اسوان
دریائے نیل
نوبیہ
سوڈان
بورسودان
(پورٹ سوڈان)
عطبرہ
مدینہ منورہ
حجاز
جدہ
مکّہ مکرّمہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
عسیر
نجد
سعودی عرب
بغداد
بابل
بصرہ
اہواز
اصفہان
یزد
کرمان
فارس (ایران)
شیراز
بوشہر
خلیج فارس (خلیج العربی)
الاحساء
دارین
دبا
صحار
خلیج عمان
مسقط
عُمان
مصیرہ
ربع الخالی
ظفار
خوریا موریا
حضرموت
تریم
صنعاء
حدیدہ
مصوع
یمن
مکلا
بحیرۂ عرب
اریٹیریا
مخا
عصب
عدن
حبشہ

ارم ذات العماد

یہ ''ارم عاد'' کے نام سے بھی معروف ہیں۔ ''ارم'' عاد کی ماں کا نام بھی ہوسکتا ہے یا یہ قبیلے کا نام ہے۔ ارم اگر ماں ہے تو عاد ان کا باپ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ''ارم'' ایک شہر کا نام ہے' پھر جو اس کو شہر کہتے ہیں' ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ زمین کے کسی علاقے میں تھا جس کے نشانات مٹ چکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ اسکندریہ کا شہر ہے اور اکثر کی رائے میں یہ دمشق ہے۔ ﴿إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ یعنی قرآن میں جس ارم ذات العماد کا ذکر ہے وہ یمن میں حضر موت اور صنعاء کے درمیان ابین کے صحرا میں ہے جہاں ارم بن سام بن نوح آباد ہوئے۔ مشہور ہے کہ شداد بن عاد نے اس شہر کو بہت خوبصورت بنایا تھا' جسے شداد کی جنت کا نام دیا گیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ ''دمشق'' ہے' ان کے قول کے مطابق' وہاں چار لاکھ پتھر کے ستون ہیں جہاں جیرون بن سعد بن عاد نے قیام کیا تھا اور اسی کی طرف منسوب ہوگیا۔

مزید تشریح کے لیے دیکھیے باب ''حضرت ہود علیہ السلام''

اَصۡحٰبُ الرَّسِّ

اصحاب الرس کا ذکر قرآن مجید میں ان دو مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَاۡ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا ۝۳۸

''عاد، ثمود، کنویں والوں اور اس دور کی بہت سی قوموں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔'' (الفرقان:25:38)

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّاَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوۡدُ ۝۱۲

''ان سے پہلے نوح کی قوم، کنویں والے اور ثمودی بھی اپنے انبیاء کو جھٹلا چکے تھے۔'' (قٓ:50:12)

عربی زبان میں ''رس'' اس کنویں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر پتھروں سے بنائی گئی ہو۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ ایک خاص کنواں تھا جس پر قوم ثمود کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ وہی لوگ ''اصحاب الرس'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کو کنویں میں پھینک دیا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''اَصۡحَابُ الرَّسّ'' اور ''اَصۡحَابُ الۡاُخۡدُود'' (کھائی والے) ایک ہی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمامہ کے علاقے میں ایک بستی تھی جسے ''فلج'' کہا جاتا تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ قوم ثمود کے ایک قبیلے کا رہائشی علاقہ تھا۔ ان کے علاوہ بھی مختلف اقوال لکھے گئے ہیں۔

❀ القاموس الإسلامي : 120/1

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 312

❀ موسوعة القرن العشرين : 215/4

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 500

اصحاب الرّس کا علاقہ
(۱) فلج، یمامہ کا علاقہ
(۲) قوم ثمود کے ایک قبیلے کا علاقہ
(۳) آذر بائیجان یا ارّان (داغستان) کی ایک وادی
(۴) حضر موت کی ایک بستی
قازاقستان
بحیرۂ ارال
دریائے سیحون (سیر)
ماوراء النہر
تاشقند
خوارزم
بخارا
سمرقند
دریائے جیحون (آمو)
ازبکستان
صحرائے قراقم
ترکمانستان
دریائے اترک
مرو
خراسان
جرجان
رے
نیشاپور
اصفہان
یزد
فارس
سجستان
(سیستان)
کرمان
شیراز
مکران
خلیج عربی (خلیج فارس)
خلیج عمان
مسقط
عمان
یمامہ
نجد
ربع الخالی
حضر موت
صلالہ
بحیرۂ عرب
مکلا
یمن
صنعاء
عدن
خلیج عدن
سقوطرہ
بحر ہند
قرن افریقہ
(صومالیہ)
بربرہ
حبشہ
عصب
سودان
مصوع
صحرائے نوبیہ
عسیر
جدہ
مکہ مکرمہ
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
بحیرۂ احمر
مصر
مدین
سیناء
ایلہ
صحرائے نفود
اُبلہ
صحرائے شام
دمشق
حلب
قبرص
بحیرۂ روم
ایشیائے کوچک
دریائے فرات
دریائے دجلہ
موصل
تبریز
جھیل ارومیہ
جھیل وان
آذر بائیجان
آرمینیا
باکو
بحیرۂ قزوین (خزر)
ارّان
دربند
تفلس
جارجیا
بحیرۂ اسود
کوبان
ازوف
کریمیا
یوکرین
ڈون
دریائے وولگا
روس
دریائے یورال
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

اصحاب الرسّ

الرس کے کئی معانی ہیں: کنواں، معدن یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا۔ قرآن میں الرس کنویں کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الرس ایک قوم تھی جس نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اسے کنویں میں گھسیڑ دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرس قوم ثمود کے ایک گروہ کی بستی تھی۔ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَأَصۡحَٰبَ ٱلرَّسِّ وَقُرُونَۢا بَيۡنَ ذَٰلِكَ كَثِيرٗا﴾ میں الرس آذربائیجان کی وادی ہے۔ آذربائیجان کی حد الرس کے پیچھے سے شروع ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الرس کے علاقے ''الران'' میں ایک ہزار شہر آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف موسیٰ نامی ایک نبی مبعوث کیا جو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے علاوہ کوئی نبی تھا، جس نے انہیں اللہ کی توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی دعوت کا انکار کیا۔ نبی نے ان کے لیے بددعا کی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ (معجم البلدان: 3/43-44)

آذربائیجان: یہ علاقہ بحیرۂ کیسپین (قزوین)، قفقاز (کوہ قاف) آرمینیا، ترکی اور ایران کے مابین گھرا ہوا ہے۔ شمالی آذربائیجان ایک آزاد ملک ہے جس نے 1991ء میں روسی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ اس کا رقبہ 87 ہزار مربع کلومیٹر اور آبادی قریباً 75 لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت باکو ہے جو تیل کی برآمد کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں ترک نسل کے مسلمان بستے ہیں۔ یہ علاقہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا۔ آذربائیجان کے شمال میں مسلم اکثریت کا روسی علاقہ داغستان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہیں کوہ قاف کے پہاڑوں میں دربند کے پاس یاجوج ماجوج کی دیوار ہے۔ آذربائیجان کے مغرب میں کوہ قاف کی مسیحی مملکتیں جارجیا اور آرمینیا واقع ہیں۔ آرمینیا نے ایک دہائی پہلے جنگ کر کے آذربائیجان کے علاقہ نگورنو قرہ باغ پر قبضہ کر لیا تھا جہاں مسیحی اکثریت میں ہیں۔ الران یہیں واقع ہے۔ شمالی آذربائیجان انیسویں صدی عیسوی میں روسیوں نے ایران سے چھین لیا تھا۔ **نخچیوان** کا علاقہ بھی آذربائیجان میں شامل ہے جو آرمینیا اور ایران کے درمیان واقع ہے۔

آذربائیجان (ایران): یہ قفقاز، ترکی، عراق اور بحیرۂ قزوین سے گھرا ہوا ایرانی علاقہ ہے اور دو صوبوں میں بٹا ہوا ہے۔ مشرقی آذربائیجان کا دارالحکومت تبریز اور مغربی آذربائیجان کا صدر مقام اورمیہ ہے۔ ایرانی آذربائیجان کا کل رقبہ ایک لاکھ 9 ہزار مربع کلومیٹر اور آبادی تقریباً 40 لاکھ ہے۔

قوم تُبَّع کا ذکر قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

''کیا یہ کافر بہتر ہیں یا تُبَّع کی قوم اور ان سے پہلے کافر جنہیں ہم نے ہلاک کیا کیونکہ وہ مجرم تھے۔'' (الدخان: 37/44)

وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

''اَیکہ والے اور تبع کی قوم' غرض ہر قوم نے رسولوں کی تکذیب کی' لہٰذا ان پر میرا وعدۂ عذاب صادق آ گیا۔'' (ق: 14/50)

''تُبَّع'' یمن کی حمیری حکومت کے بادشاہوں میں سے ہر بادشاہ کو (تبع) کہا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو مجموعی طور پر ''تَبَابِعَه'' کہا جاتا ہے۔ ''تُبَّع اکبر'' جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے' اس سے مراد حسان بن اسعد بن ابی کرب ہے۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دسویں صدی قبل مسیح میں حکمران رہا ہے۔ اس کی فتوحات کا دائرہ شمال میں شام اور مشرق میں ترکستان تک پھیلا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ سمرقند میں بھی داخل ہوا۔ تبع نے دارالحکومت کے طور پر دو شہر مآرب اور ظفار آباد کیے۔ یاد رہے کہ یہی وہی مآرب ہے جس میں سبا کا مشہور ڈیم (سَدّ) قائم تھا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس نے سب سے پہلے کعبے کو غلاف پہنایا تھا۔

❀ القاموس الإسلامي : 437/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 152
❀ موسوعة القرن العشرين : 523/2
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 221

تبع
﴿ اَھُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ﴾
"کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم کے لوگ۔"
(الدخان:37/44)
یمن، مکہ مکرمہ، سمرقند
سمرقند
بخارا
تاشقند
ازبکستان
دریائے سیحون (سیر)
بحیرہ ارال
خوارزم
صحرائے قرہ قم
ترکمانستان
دریائے جیحون
مرو
خراسان
جرجان
نیشاپور
رے
اصفہان
یزد
فارس
شیراز
کرمان
سجستان
مکران
خلیج عرب (خلیج فارس)
خلیج عمان
مسقط
عمان
یمامہ
نجد
عرب
ربع الخالی
مصیرہ
ظفار
صلالہ
حضرموت
مکلا
مارب
صنعاء
یمن
ذمار
عدن
خلیج عدن
سقوطرہ
بحیرہ عرب
بحر ہند
قرن افریقہ
(صومالیہ)
بربرہ
حبشہ
عصب
مصوع
سودان
صحرائے نوبیہ
عسیر
مکہ مکرمہ
جدہ
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
مصر
سیناء
ایلہ
صحرائے نفود
اردن
دمشق
شام
حلب
قبرص
عراق
موصل
دریائے فرات
دریائے دجلہ
ابلہ
تبریز
جھیل وان
جھیل اورمیہ
آذربائیجان
باکو
اران
دربند
تفلس
جارجیا
آرمینیا
ایشیائے کوچک (ترکی)
بحیرہ اسود
بحیرہ روم
روس
کوبان
بحیرہ ازوف
یوکرین
دریائے وولگا
ایتل
200
400
600
800
1000

عرب مورخین ''سبا'' اور ''حمیر'' میں کوئی فرق نہیں کرتے' اس لیے سلسلۂ حمیری سے الگ انہوں نے کسی بادشاہ کا ذکر نہیں کیا' البتہ ''حمیر'' کے انہوں نے دو ٹکڑے کیے ہیں: ملوک حمیر اور تبابعہ۔ حمیری ملوک وہ ہیں جو صرف یمن میں حکمران تھے۔ تبابعہ وہ ہیں جن کے ماتحت یمن اور حضرموت دونوں تھے۔ ان کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے ''تبع'' حارث الرائش تھے...... حمیر بن سبا اور حارث الرائش کے درمیان کم از کم ایک ہزار برس کا فاصلہ تھا۔

حمیر بن سبا انتہائے عمر کو پہنچ کر مر گیا' تو اس کی نسل اس کے بعد وراثتاً حکومت کرتی رہی یہاں تک کہ صدیاں گزر گئیں اور حکومت حارث الرائش کے ہاتھ میں آئی۔ حارث سے پہلے حکومت یمن سبا اور حضرموت دو ٹکڑوں میں منقسم تھی' تمام اہل یمن ایک بادشاہ پر متفق نہ تھے' لیکن حارث الرائش جب بادشاہ ہوا تو سب اس پر متفق ہو گئے اور اس کے تابع بنے' اس لیے اس کا نام ''تبع'' پڑا (اور یہی سب سے پہلا ''تبع'' ہے)۔ ممکن ہے کہ تبع عربی میں متبوع کے معنی میں ہو' یعنی جس کی لوگ پیروی اور اطاعت کریں۔ حبشی زبان میں تبع کے معنی قادر' جبار اور صاحب قوت کے ہیں۔ یہ حمیر جو سبا کی اولاد در اولاد میں تھا' جو تقریباً 115 ق م میں دولت حمیریہ کا بانی ہوا۔ قرآن مجید نے قوم تبع کا دو بار ذکر کیا ہے۔ پہلی آیت میں جبار قوموں میں اس کا نام بھی ہے۔ دوسری آیت میں قریش مکہ کی طرف روئے خطاب ہے کہ ان کو اپنی قوت پر ناز ہے' تبع اور ان سے پہلے کی قومیں کیا ان سے زیادہ توانا اور زور آور نہ تھیں' ان کا انجام کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ﴾ (ق:50/12-14)

''اس سے پہلے نوح کی قوم' اہل رس' ثمود' عاد' فرعون' برادران لوط' اہل ایکہ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنٰهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ ﴾ (الدخان: 37/44) ''یہ قریش بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے گزریں ہم نے انہیں برباد کیا کہ وہ مجرم تھے۔'' (تاریخ ارض القرآن)

سبا اور حمیر: دیکھیے باب ''سلیمان علیہ السلام''

یاجوج وماجوج

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

''حتیٰ کہ جب ذوالقرنین دوسلسلہ ہائے کوہ کے درمیان پہنچا تو وہاں ایسی قوم پائی جو (اپنی زبان کے علاوہ) کوئی اور زبان نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے درخواست کی: ''اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج ہمارے علاقے میں فساد کرتے ہیں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو ہمارے اور ان کے درمیان مضبوط دیوار بنادیں۔ ہم آپ کو کچھ نہ کچھ اخراجات ادا کردیں گے۔'' (الکہف:18/93'94)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا تو وہ ہر ٹیلے سے تیز بھاگتے آئیں گے۔'' (الانبیاء:96/21)

یاجوج اور ماجوج دو ترک قبیلے تھے۔ قرآن مجید میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جن سے ان کی شکل وصورت قد کاٹھ کے بارے میں کوئی خصوصی رہنمائی ملتی ہو۔ صرف اتنا بیان ہے کہ وہ بہت مفسد اور شرارتی لوگ تھے۔ اگر ان میں کوئی چیز عام انسانوں سے مختلف ہوتی تو قرآن مجید اسے ضرور بیان فرماتا۔

یہ بڑے جنگجو اور قوی لوگ تھے۔ اپنے پڑوسیوں پر لوٹ مار کے لیے حملے کرتے رہتے تھے۔ قرآنی الفاظ: ﴿إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں پر حملہ کرتے' ان کے گھر بار تباہ کرتے' ان کی قیمتی چیزیں لوٹ لیتے۔ کسی کو قتل کرتے اور کسی کو قید کر لیتے۔ اس سے زائد ان کے بارے میں بعید از عقل مشہور باتوں کو ذکر یا تسلیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خصوصاً کتاب اللہ اور صحیح احادیث نبویہ میں ان باتوں کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔

- دائرة معارف القرن العشرين : 68/1
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 770
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1326

یاجوج وماجوج
﴿حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ﴾
”حتی کہ جب یاجوج وماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلند جگہ سے دوڑتے آئیں گے“ (الانبیاء:96/21)
دور جدید کے محققین کے مطابق یاجوج وماجوج سے بچاؤ کے لیے ذوالقرنین (سائرس اعظم) نے جو دیوار تعمیر کی وہ دربند (داغستان) کے قریب تھی لہٰذا دیوار چین کو یاجوج ماجوج والی دیوار خیال کرنا درست نہیں۔
بحراوقیانوس
بحر منجمد شمالی
برطانیہ
فرانس
جرمنی
وی آنا
یورپ
ماسکو
قازان
سائبیریا
دریائے اوب
دریائے ڈینیوب
دریائے وولگا
دریائے یورال
قسطنطنیہ
بحیرۂ اسود
تفلس
اناطولیہ
ایشیائے کوچک
بحیرۂ روم
دربند
بحیرۂ خزر
باکو
خوارزم
قازاقستان
جھیل بالکش
سمرقند
بخارا
جھیل بیکال
منگولیا
اولان باتور
قراقرم
دیوار چین
بیجنگ
کوریا
جاپان
ٹوکیو
بحرالکاہل
اسکندریہ
قاہرہ
شام
بغداد
خراسان
اصفہان
افغانستان
کابل
سنکیانگ
تبت
چین
ارمچی
لاہور
لاسا
دریائے ہوانگ ہو
دریائے ینگ سی کیانگ
دریائے سی کیانگ
تائیوان
مصر
مدینہ
مکہ
فارس
خلیج فارس
جزیرہ نمائے عرب
دریائے سندھ
دہلی
دریائے برہم پتر
بنارس
دریائے گنگا
دریائے سالوین
خلیج عمان
مسقط
دریائے نیل
خرطوم
سودان
یمن
عدن
بحیرۂ عرب
بھارت
ممبئی
خلیج بنگال
بنکاک
ہینان
بحیرۂ چین جنوبی
فلپائن
ادیس ابابا
حبشہ
سقوطرہ
بحر ہند
مدارس
سراندیپ
(سیلون یا سری لنکا)
کولمبو
برونائی
سراوک
جزائر انڈونیشیا
جھیل وکٹوریہ
کلومیٹر
0
500
1000
1500
2000

یاجوج ماجوج

''یاجوج ماجوج'' دو قبائل کے عربی نام ہیں۔ سب سے پہلے یہ نام عہد نامہ عتیق میں آئے ہیں اور مکاشفات یوحنا میں بھی ملتے ہیں۔ یاجوج اور ماجوج یورپ کی زبانوں میں گاگ (Gog) اور مے گاگ (May gog) کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:243/23)

ذوالقرنین: محققین زیادہ تر اس پر متفق ہیں کہ ایرانی فاتح سائرس اعظم (فارسی میں کوروش کبیر) اور ذوالقرنین ایک ہی شخصیت ہے، چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: معتبر تاریخی روایات کے مطابق ذوالقرنین ایرانی بادشاہ ''خورس'' (کوروش کبیر) تھا جس کا عروج 549 ق م کے قریب شروع ہوا۔ (انگریزی میں کوروش کو Cyrus لکھا جاتا ہے جو یونانی تلفظ ہے) اس نے چند سال کے عرصے میں میڈیا (الجبال، ایران) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی سلطنتوں کو مسخر کرنے کے بعد 539 ق م میں بابل کو بھی فتح کر لیا جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہ رہی۔ اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور صغد (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس (یونان) اور مقدونیہ تک وسیع ہو گیا ہے اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز (کاکیشیا) اور خوارزم تک پھیل گئی۔ عملاً اس وقت کی پوری مہذب دنیا اس کی تابع تھی۔ (تفہیم القرآن:44/3)

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد سوم کے ضمیمہ 2 (سد ذوالقرنین) میں لکھتے ہیں:

''ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے۔ حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے۔ اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گزر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے ایک نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو 50 میل لمبی 290 فٹ بلند اور دس فٹ چوڑی تھی۔ مسلمان مورخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اس واقعے کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان کی فتح کی بعد 22ھ میں سراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب آرمینیا کے علاقے میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرمانروا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سد ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا' وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کرسکتا ہے' چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کردیا۔ (طبری: 3/235 تا 239۔ البدایۃ والنہایۃ: 7/122 تا 125۔ معجم البلدان' ذکر باب الابواب)

اس واقعہ کے دوسو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (227 تا 233ھ) نے سد ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلاّم الترجمان کی قیادت میں 50 آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّمَنْ رَأَی) سے تفلس' وہاں سے السریر' وہاں سے اللان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا' پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سد کا مشاہدہ کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سد ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت معجم البلدان میں خزر کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر' احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے۔ دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گزرتا ہے اور یہ دریا روس اور بلغار سے آکر بحر خزر (بحیرۂ کیسپین) میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان یاقوت لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم ضمیمہ نمبر 2 صفحات 771)

دربند: یہ بحیرہ کیسپین کے ساحل پر روسی داغستان کی بندرگاہ ہے۔ اس کی آبادی 75 ہزار سے زائد ہے۔ خلافت راشدہ کے عہد میں یہاں اسلام پہنچا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (105ھ۔ 125ھ) کے بھائی مسلمہ نے دربند فتح کیا تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مختصر وقفوں کے قبضے کے بعد 1806ء میں روس نے دربند پر مستقل تسلط جمالیا۔ 1835-59ء کے دوران داغستان کے مجاہد امام شمویل رحمہ اللہ خطے کی آزادی کے لیے روسیوں سے لڑتے رہے۔ دربند'

آذربائیجان کے دارالحکومت باکو سے تقریباً سوا دوسو کلومیٹر دور ہے۔ داغستان ترکی لفظ ہے (داغ بمعنی ''پہاڑ'') اس کا دارالحکومت مخاک قلعہ دربند کے شمال مغرب میں ہے۔ دربند کے مغرب میں کوہ قاف کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کے ایک درے میں ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے سد تعمیر کی تھی۔

خزر: بحیرہ قزوین (کیسپین) کے شمال مغرب میں دریائے وولگا سے داغستان اور دوسری طرف دریائے ڈان اور کریمیا تک آباد ترک قبائل خزر کہلاتے تھے۔ اس کی نسبت سے بحیرہ کیسپین کو بحیرہ خزر بھی کہتے ہیں۔ نویں صدی عیسوی میں خزر کے حکمران یہودی مذہب کے پیروکار تھے۔ بقول ابن اثیر رحمہ اللہ خزر قوم اوران کے بادشاہ نے 354ھ/965ء میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ پندرہویں سولہویں صدی عیسوی میں یہ علاقہ قازان کی اسلامی ریاست میں شامل تھا۔ 1552ء میں زار روس نے پیش قدمی کر کے ریاست قازان کا خاتمہ کردیا۔

ہاروت وماروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ

''سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو علم بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا۔'' (البقرۃ:102/2)

یہودی سرداروں میں جادو مشہور اور عام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دجلہ اور فرات کے درمیان قائم مملکت بابل میں لوگوں کی آزمائش اور امتحان کے لیے دو فرشتے اتارے۔ وہ لوگوں کو جادو تو سکھاتے تھے لیکن وہ پہلے خیر خواہی کے طور پر صاف بتلا دیتے تھے کہ ہمیں لوگوں کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہم پر جادو بھی اسی لیے اتارا گیا ہے کہ معلوم ہو جائے کون جاننے کے باوجود جادو سیکھ کر کفر کا ارتکاب کرتا ہے؟ لہٰذا ہم تجھے نصیحت کرتے ہیں کہ جادو نہ سیکھ۔ اگر لازماً سیکھنا ہے تو اسے کسی کو نقصان دینے کے لیے استعمال نہ کرنا اور جادو کی خاطر کفر کا ارتکاب نہ کرنا۔ جو شخص لوگوں کو جادو کے نقصان سے بچانے کے لیے جادو سیکھے گا وہ تو بچ جائے گا لیکن جو شخص لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جادو سیکھے گا وہ گمراہ ہو کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

اس دور میں جادو کی عجیب و غریب شکلیں رائج تھیں اور یہ بہت عام تھا حتیٰ کہ بعض لوگ جادو کے زور پر نبوت تک کا دعویٰ کر دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اتارا تاکہ وہ لوگوں کو جادو اور معجزے کا فرق سمجھا سکیں۔ نیز لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے جادوگر جھوٹے ہیں۔ وہ انبیاء نہیں جادوگر ہیں۔

❀ التفسیر المنیر : 244/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 736
❀ صفوة التفاسير : 83/1
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1274

بابل کے ہاروت و ماروت

﴿ وَمَآ أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ﴾

"اور بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر جو (جادو) اتارا گیا تھا۔" (البقرة: 102/2)

ہاروت وماروت

بابل میں نازل ہونے والے دوفرشتوں کے بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''ہاروت اور ماروت کے متعلق مختلف اقوال ہیں، مگر جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں بنی اسرائیل کی پوری قوم بابل میں قیدی اور غلام بنی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے دوفرشتوں کو انسانی شکل میں ان کی آزمائش کے لیے بھیجا ہوگا۔ جس طرح قوم لوط کے پاس فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں گئے تھے، اسی طرح ان اسرائیلیوں کے پاس وہ پیروں اور فقیروں کی شکل میں گئے ہوں گے۔ وہاں ایک طرف انہوں نے بازار ساحری میں اپنی دکان لگائی ہوگی اور دوسری طرف وہ اتمام حجت کے لیے ہر ایک کو خبردار بھی کر دیتے ہوں گے کہ دیکھو، ہم تمہارے لیے آزمائش کی حیثیت رکھتے ہیں، تم اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ مگر اس کے باوجود لوگ ان کے پیش کردہ عملیات، نقوش اور تعویذات پر ٹوٹے پڑتے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن: 98/1)

بعض مفسرین نے (وَمَآ اُنْزِلَ) میں ''ما'' نافیہ مراد لیا ہے اور ہاروت و ماروت پر کسی چیز کے اترنے کی نفی کی ہے، لیکن قرآن کریم کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا۔ اسی لیے ابن جریر وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے (ابن کثیر) اسی طرح ہاروت اور ماروت کے بارے میں بھی تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت نہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف کے بقول ''قرآن کے الفاظ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر جادو کا علم نازل فرمایا تھا اور اس کا مقصد (واللہ اعلم بالصواب) یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر شدہ معجزے، جادو سے مختلف چیز ہیں اور جادو یہ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا ہے (اس دور میں جادو عام ہونے کی وجہ سے لوگ انبیاء کو بھی نعوذ باللہ جادوگر اور شعبدہ باز سمجھنے لگے تھے) اسی مغالطے سے لوگوں کو بچانے کے لیے اور بطور امتحان فرشتوں کو نازل فرمایا گیا۔ (تفسیر احسن البیان، ص: 91)

بابل: دیکھیے باب ''ابراہیم علیہ السلام''

اَصحابُ القَریَة

(انطاکیہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿13﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿14﴾

''ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجیے' جب اس میں ہمارے پیغمبر آئے۔ پہلے ہم نے دو پیغمبر بھیجے لیکن ان (بستی والے) لوگوں نے انہیں جھٹلا دیا تو ہم نے ایک تیسرا پیغمبر بھیج کر ان کو قوت دی۔ ان پیغمبروں نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔'' (یٰسٓ :36/13' 14)

اس بستی والوں سے مراد انطاکیہ والے ہیں۔ اس پر سب مفسرین کا اتفاق ہے۔ یہ بستی دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ یہ دریا اس بستی سے تھوڑا سا آگے بحر متوسط میں جا گرتا ہے۔ یہ شہر سلوقس اول نے 307 ق۔م میں بسایا تھا اور اسکندر مکدونی کے بعد اس شہر کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ عباسیوں کے دور میں یہ شہر شامی سرحدی صوبہ عواصم کا مرکز تھا۔ یہ بہت صاف ستھرا' خوبصورت' بہترین آب وہوا اور میٹھے پانی والا شہر ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: ''اس بستی سے مراد ''انطاکیہ'' ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کی طرف تین حواری بھیجے تھے جن کے نام صادق' مصدوق اور شمعون تھے۔ بستی والے کہنے لگے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿15﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿16﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿17﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿18﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿19﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿20﴾ۙ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿21﴾ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿22﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿23﴾ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿24﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿25﴾ۭ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿26﴾ۙ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿27﴾

''تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری۔ تم سراسر جھوٹ بولتے ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''ہمارا

پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمے صرف واضح تبلیغ ہے۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر رجم کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا برداشت کرنا پڑے گی۔'' حواریوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی گئی ہے تو تم اسے نحوست کہتے ہو؟ بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ چکے ہو۔'' اتنے میں ایک آدمی شہر کے آخری کنارے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: ''اے میری قوم! ان پیغمبروں کی بات مان لو۔ ہاں مانو ان کی بات جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت کی باتیں کرتے ہیں۔ ذرا سوچو! میں کیوں نہ اس ذات کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف میں اور تم سب لوٹ کر جائیں گے۔ کیا میں اسے چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالوں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ رحیم کریم ذات مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان جھوٹے معبودوں کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور یہ سب مل کر مجھے نہ چھڑا سکیں گے۔ اس صورت میں تو میں واضح گمراہی میں پھنس جاؤں گا۔ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا ہوں اس لیے میری بات سنو۔'' اسے کہہ دیا گیا: ''سیدھا جنت میں داخل ہو جا۔'' وہ کہنے لگا: ''کاش! میری قوم کو پتہ چل جائے کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے معزز مہمانوں میں شامل فرما لیا ہے۔'' (یٰسٓ: 15/36 ... 27)

یہ تھے حضرت حبیب نجار جو ان پیغمبروں کی مدد کے لیے آئے تھے اور انہوں نے علانیہ ایمان کا اظہار کر دیا' لیکن وہ خبیث اس پر چڑھ دوڑے حتیٰ کہ اسے پاؤں تلے کچل دیا اور وہ اپنے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ شہر مکینوں سمیت زیروزبر کر ڈالا۔

❀ صفوة التفاسير : 9/3
❀ معجم البلدان : 266/1
❀ القاموس الإسلامي : 202/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 459

ترکی
طرسوس
عدانہ
جیحان
مرسین
اسکندرون
انطاکیہ
اسود
دریائے عفرین
عمق
عینتاب
اعزاز
عفرین
سروج
جرابلس
دریائے فرات
منبج
الباب
حلب
کفرتخاریم
مسکنہ
جھیل اسد
ادلب
معرۃ نعمان
رصافہ
لاذقیہ
بحر متوسط (بحیرہ روم)
دریائے عاصی
حماۃ
سلمیہ
شام
حمص
قطینہ
تدمر
طرابلس
لبنان
بعلبک
نبک
بیروت
دریائے لیطانی
صحرائے شام
صیدا
دمشق
صور
حیفا
طبریہ
دریائے یرموک
ناصرہ
شہبا
سویداء
دریائے اردن
فلسطین
بصری الشام
صلخد
اصحاب القریۃ
(انطاکیہ)
﴿إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾
(جب کہ ہم نے ان لوگوں کی طرف دو پیامبر بھیجے تو انہوں نے ان کو
جھٹلایا پھر ہم نے تیسرا ان کی مدد کو بھیجا) (یٰسٓ: 14/36)

اصحاب القریۃ یا اصحاب یٰسٓ

قرآن عزیز کی سورۂ یٰسٓ میں ایک مختصر واقعہ مذکور ہے جسے ''واقعہ اصحاب یٰسٓ'' یا ''واقعہ اصحاب القریہ'' کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک بستی میں کفر وشرک اور شر وفساد کو دور کرنے اور رشد وہدایت کا سبق دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا۔ بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور ہادی کا اضافہ کر دیا۔ مگر قوم بدستور کفر وشرک کی راہ پر گامزن رہی۔ اس دوران میں بستی کے ایک مومن شخص نے انہیں اللہ کے پیغمبروں کی پیروی کی تلقین کی۔ قوم غیظ وغضب میں آ گئی اور اس مرد مومن اور تینوں رسولوں کو شہید کر ڈالا۔ تب اللہ کا عذاب نازل ہوا اور ایک ہولناک چیخ نے ان سب کا کام تمام کر دیا۔

یہ واقعہ انطاکیہ شہر میں پیش آیا' اس شہر کے لوگ بت پرست تھے' ان کی طرف جن پیغمبروں کو بھیجا گیا ان کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے۔ اگرچہ ان کے علاوہ دیگر ناموں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض نے کہا کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے۔ (ملخص از قصص القرآن جلد سوم)

انطاکیہ: یہ شہر دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے' شمال مغربی شام میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ سکندر اعظم کے بعد تیسرے حکمران انٹیوکس نے اسے آباد کیا اور اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسے انطاکیہ بنت روم بن یقن بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا تھا (معجم البلدان' یاقوت حموی) پہلی صدی عیسوی میں یہاں مسیحی بطور حکمران رہے۔ 540ء میں ایرانیوں نے برباد کیا اور کچھ عرصہ بعد شدید زلزلے نے آ لیا۔ 636ء میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ فتح کیا۔ 1098ء میں اس پر صلیبی قابض ہو گئے۔ 1268ء میں مملوک سلطان رکن الدین بیبرس نے عیسائیوں کو انطاکیہ سے مار بھگایا۔ یہاں حبیب النجار کی درگاہ مشہور ہے جس کا ذکر بغیر نام کے قرآن مجید (سورۂ یٰسٓ) میں آیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد:3) انطاکیہ کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ حلب سے تقریباً 100 کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔

اصحاب کہف

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں ان کا ذکر یوں آیا ہے:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَٰهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور تختی والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے؟ جب چند نوجوانوں نے غار میں

پناہ حاصل کی اور دعا کی: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارا معاملہ درست فرما۔'' تو ہم نے انہیں اس غار میں تھپکی دے کر کئی سال تک کے لیے سلا دیا۔ پھر ہم نے ان کو جگایا تا کہ پتہ چل جائے کہ (اختلاف کرنے والے) دو گروہوں میں سے کس نے ان کی نیند کی مدت کو صحیح یاد رکھا ہے؟ ہم آپ پر ان کا واقعہ صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تو ہم نے ان کی ہدایت میں مزید اضافہ فرما دیا، نیز ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے۔ جب وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: ''ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو قطعاً معبود نہیں کہیں گے۔ ورنہ یہ تو بہت ظلم کی بات ہوگی۔ یہ ہماری قوم کے لوگ جنہوں نے اس (اللہ) کے سوا معبود بنا رکھے ہیں، اس کی کوئی واضح دلیل پیش کیوں نہیں کرتے؟ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا جھوٹ گھڑا ہے؟ اب جبکہ تم ان سے اور ان کے معبودوں سے علیحدہ ہو چکے ہو تو اس غار میں پناہ حاصل کر لو، تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت نچھاور کرے گا اور تمہارے معاملے میں آسانی پیدا فرمائے گا۔'' آپ دیکھیں گے کہ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو وہ ان کے غار سے دائیں طرف کو ہٹ کر گزر جاتا تھا اور جب غروب ہوتا تھا تو ان کو بائیں جانب چھوڑ کر گزرتا تھا۔ اور وہ غار میں کھلی ہوادار جگہ میں پڑے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی لیکن ہدایت تو اسے ہی نصیب ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا دوست نہ ملے گا۔ تو انہیں دیکھے تو سمجھے گا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہے ہیں اور ان کا کتا اس غار کے دہانے پر بازو بچھائے ہوئے تھا۔ اگر تو ان کو دیکھتا تو ڈرتے ہوئے بھاگ اٹھتا اور سر تا پا مرعوب ہو جاتا۔ پھر اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''تم کتنی دیر سوئے رہے؟'' وہ کہنے لگے: ''ایک آدھ دن سوئے ہونگے۔'' تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے تم کتنی دیر یہاں رہے؟ تم کسی کو رقم دے کر شہر کی طرف بھیجو، وہ تلاش کرلے کہ حلال اور صاف ستھرا کھانا کہاں سے ملتا ہے؟ وہاں سے وہ تمہارے لیے کھانا لائے۔ اسے چاہیے کہ وہ نرمی (اور سمجھ داری) سے کام لے اور کسی کو تمہارے بارے میں کچھ نہ بتائے، کیونکہ اگر انہیں تمہارا پتہ چل گیا تو تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹنے پر مجبور کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو، تم ہرگز کامیاب نہ ہوگے۔'' اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان (جوانوں) پر مطلع کر دیا تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے: ''ان پر کوئی عمارت بنا دو۔'' ان کا رب ان کو بخوبی جانتا تھا۔ پھر جو لوگ غالب آئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ (جوان) تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔'' اور کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔'' بے تکی ہانکتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔'' کہہ دیجیے میرا رب ان کی گنتی اور تعداد کو بخوبی جانتا ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ان کی صحیح

تعداد کو جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان سے اس بارے میں جھگڑا مت کریں اور ان کے بارے میں ان سے کچھ نہ پوچھیے۔'' (الکہف:18/9...22)

''کہف'' سے مراد پہاڑ کے اندر وسیع غار ہے۔ اور ''رقیم'' سے مراد تختی ہے، جس میں مشہور قول کے مطابق اصحاب کہف کے نام لکھے گئے تھے۔ اس وقت ایک بت پرست بادشاہ دقیانوس روم کا حکمران تھا۔ اصحاب کہف کا شہر طرسوس ان دنوں حکومت روم کے ماتحت تھا۔ وہ بادشاہ ہر مومن کو قتل کر دیتا تھا۔ ان نوجوانوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بہت فکر مند ہوئے اور بھاگ کر ایک چرواہے اور اس کے کتے سمیت طرسوس کے قریب ایک غار میں پناہ حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ وہ تین سو شمسی سال تک سوئے رہے جبکہ ان کو اس بات کا احساس و شعور تک نہ تھا۔ اس مدت کو اگر قمری سالوں میں تبدیل کیا جائے تو تین سو نو سال بن جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جگا دیا۔ انہوں نے سمجھا کہ وہ ایک آدھ دن سوئے ہونگے۔ انہوں نے جب اپنے میں سے ایک کو کھانا لینے کے لیے بھیجا تو اس نے سمجھا میں راستہ بھول گیا ہوں۔ لوگوں نے اس کے دیے ہوئے سکوں پر تعجب کیا۔ حتیٰ کہ صورت حال واضح ہوگئی۔ اب سابقہ حالات بدل ہو چکے تھے۔ دقیانوس کا بت پرستی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ دین حق کا دور دورہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دوبارہ اسی غار میں موت دے دی۔ لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ان پر بطور یادگار ایک مسجد بنائیں گے۔

❀ التفسير المنير : 207/15
❀ دائرة معارف القرن العشرين : 220/8
❀ صفوة التفاسير : 183/2

اصحاب الکہف
اِفسُوس (ترکی)
بعض کے نزدیک اصحاب کہف کا غار پٹرا (اردن) کے پاس ہے
عموریہ
نمکین جھیل
دریائے قزل ارماک
سیواس
قیصری
ملطیہ
سطح مرتفع اناطولیہ
مندرس
قونیہ
کوہستان طورس
لیڈیا (ترکی)
اِفسوس
طرسوس
عدانہ
مرسین
انطالیا
مرعش
دریائے فرات
انطاکیہ
حلب
لاذقیہ
حماۃ
قبرص (سائپرس)
حمص
طرابلس
بعلبک
شام
بیروت
دمشق
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
دریائے اردن
حیفا
عمان
القدس (یروشلم)
کرک
غزہ
نیل کا ڈیلٹا
اسکندریہ
تانیس
عریش
فرما
نقب
رقیم
اردن
معان
بتراء (پٹرا)
بابلیون
قلزم (سویز)
ایلہ
عقبہ
مصر
سیناء
فیوم

اصحاب الکہف والرقیم

قرآن کریم میں ان کا قصہ مختصراً سورۂ کہف میں مذکور ہے' اسی بناء پر یہ سورۃ الکہف کہلاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے مدینے کے احبار (علمائے یہود) سے کہا کہ وہ انہیں چند ایسی باتیں بتائیں جن سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیں۔ یہود نے تین امور کے متعلق استفسار کرنے کو کہا: (1) اصحاب کہف (2) ذوالقرنین اور (3) روح۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا ذکر اسی سورت میں ہے جبکہ روح کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے...... اصحاب کہف کو قرآن نے اصحاب الکہف والرقیم سے تعبیر کیا ہے۔ رقیم بمعنی مرقوم یعنی لکھی ہوئی چیز۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جہاں وہ غار تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اس گاؤں کا نام ہے جہاں اصحاب کہف رہتے تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:827/2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کعب احبار کے خیال میں ''رقیم'' ایلہ کے نزدیک ایک شہر کا نام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی روایت کے مطابق رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں غار (کہف) واقع ہے اور اس پہاڑ کا نام بنجلوس ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کہتے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا کہ رقیم تحریر تھی یا جگہ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ:1707)

اصحابِ کہف کا شہر: اِفسُوس
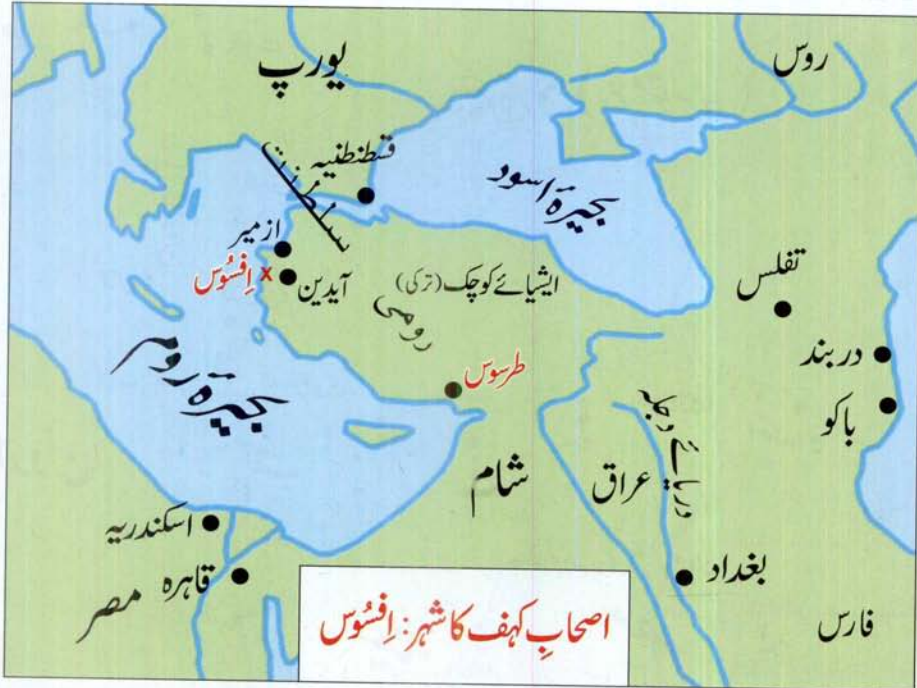
اصحاب کہف کا شہر کون سا تھا؟: اصحاب کہف کا واقعہ کہاں پیش آیا تھا' اس سلسلے میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ''رقیم'' کی ذیل میں اس قسم کے اور غاروں کا بھی ذکر کیا ہے' مثلاً نواح دمشق میں' اندلس میں' قسطنطنیہ کے قریب۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اردن کے شہر بترا (Petra) میں پیش آیا تھا لیکن اس کی کوئی تاریخی سند نہیں ملتی' البتہ اب زیادہ تر ایشیائے کوچک (ترکی) کے شہر افسوس یا افسس (Ephesus) پر اتفاق پایا جاتا ہے لیکن اطلس القرآن میں دکتور شوقی ابوخلیل نے متعلقہ نقشے میں جنوبی ترکی کے شہر طرسوس کے شمال میں کچھ فاصلے پر افسوس کا تعین کیا ہے جو درست نہیں۔ تمام مستند نقشوں اور اٹلسوں میں تاریخی شہر افسوس کے کھنڈر ترکی کے مغربی ساحل کے قریب جس جگہ دکھائے جاتے ہیں وہ ازمیر کی بندرگاہ سے تقریباً 60 کلومیٹر جنوب میں اور شہر آیدین سے 42 کلومیٹر مغرب میں ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی تفہیم القرآن جلد سوم میں دیے گئے نقشہ بسلسلہ قصہ ذوالقرنین میں افسوس کا تعین لیڈیا (ترکی) کے مغربی ساحل ہی پر کیا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے: اصحاب کہف کا قصہ عیسائیوں اور یہودیوں میں معروف تھا اسی لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا تھا۔ یہ قصہ مسیحی دنیا میں مذہبی تقدس کا درجہ رکھتا تھا۔ مسیحی روایات میں یہ ''افسوس کے سات سونے والوں'' (Seven Sleepers of Ephesus) کے نام سے مشہور ہے۔ جن مشرقی زبانوں میں یہ مسیحی روایت موجود ہے ان میں سب سے قدیم روایت پانچویں صدی میلادی کے اواخر کی سریانی میں یعقوب کی ہے۔

اس واقعے کی ابتدا رومی شہنشاہ دقیوس یا دقیانوس Dacius (201ء تا 251ء) کے زمانے میں ہوئی۔ اس نے کوشش کی کہ رومیوں میں جو بت پرستی رائج تھی اس کا احیاء کرے اور عیسائیت کا قلع قمع کرے۔ اس نے عیسائیوں پر بہت ظلم ڈھائے' انہیں بت پرستی پر مجبور کیا اور بے شمار کو تہ تیغ کیا۔ مقام افسوس کے یہ سات یا آٹھ نوجوان ایک غار میں پناہ گزین ہوئے۔ دقیوس نے اس غار کا دہانہ پتھروں سے پاٹ دیا۔ ان کے دو عیسائی دوستوں نے دھات کی تختیوں پر ان کا قصہ لکھ کر ان پتھروں کے نیچے دبا دیا تاکہ آئندہ زمانے میں لوگوں کو ان کے احوال سے واقفیت ہو جائے۔

مدتوں بعد شہنشاہ تھیودوسیس (Theodosius) ثانی (408ء تا 450ء) کے زمانے میں' جب عیسائیت کا عروج ہو چکا تھا' ایک فتنہ برپا ہوا۔ ایک پادری نے قیامت کے روز مردوں کے زندہ ہونے کا انکار کر دیا۔ شہنشاہ پریشان ہوا کہ اس فتنے کا رد کس طرح کیا جائے۔ اتفاق سے کسی نے غار کے دہانے سے پتھر اٹھا لیے۔ یہ نوجوان صحیح حالت میں بیدار ہو گئے۔ اس طرح شہنشاہ کو اس فتنے کے رد کا ثبوت مل گیا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔'' (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 2)

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تفہیم القرآن جلد 3 کے ضمیمہ نمبر 1 میں لکھتے ہیں:

''شہر افسوس (Ephesus) جس میں اصحاب کہف کا واقعہ پیش آیا' تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا اور بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں چاند دیوی کی پوجا ہوتی تھی' جسے ڈائنا (Diana) کے نام سے

موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کا عظیم الشان مندر عہد قدیم کے عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اور رومی سلطنت نے بھی اس کو اپنے معبودوں میں شامل کر لیا تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ کہف کے حاشیہ نمبر 9 میں لکھتے ہیں:

"ہمارے مفسرین جس شہر کو افسس یا افسوس لکھتے ہیں اور گبن اس کا نام افسس (Ephesus) بتاتا ہے جو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر رومیوں کا سب سے بڑا شہر اور مشہور بندرگاہ تھا، جس کے کھنڈر آج موجودہ ترکی کے شہر ازمیر (سمرنا) سے 20-25 میل بجانب جنوب پائے جاتے ہیں۔ پھر جس بادشاہ کے عہد میں اصحاب کہف جاگے اس کا نام ہمارے مفسرین تیذوسیس لکھتے ہیں اور گبن لکھتا ہے کہ ان کے بعث کا واقعہ قیصر تھیوڈوسیس (Theodosius) ثانی کے زمانے میں پیش آیا جو رومی سلطنت کے عیسائیت قبول کر لینے کے بعد سن 408ء سے 450ء تک روم کا قیصر رہا۔ دونوں بیانات کی مماثلت کی حد یہ ہے کہ اصحاب کہف نے بیدار ہونے کے بعد اپنے جس رفیق کو کھانا لانے کے لیے شہر بھیجا تھا اس کا نام ہمارے مفسرین "یملیخا" بتاتے ہیں اور گبن اسے "یملیخس" (Jamblchus) لکھتا ہے۔ قصے کی تفصیلات دونوں روایتوں میں یکساں ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قیصر ڈیسئس کے زمانے میں جب مسیح علیہ السلام کے پیروؤں پر سخت ظلم و ستم ہو رہے تھے، یہ سات نوجوان ایک غار میں جا بیٹھے تھے۔ پھر قیصر تھیوڈوسیس کی سلطنت کے اڑتیسویں سال (یعنی تقریباً 445ء یا 446ء میں یہ لوگ بیدار ہوئے جبکہ پوری سلطنت مسیح علیہ السلام کی پیرو بن چکی تھی۔ اس حساب سے غار میں ان کے رہنے کی مدت تقریباً 197 سال بنتی ہے۔"

"بعض مستشرقین نے اس قصے کو قصۂ اصحاب کہف کا مترادف ماننے سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ آگے قرآن ان کے قیام غار کی مدت 309 سال بیان کر رہا ہے۔ اس اعتراض کا جواب سورۂ کہف کی آیت 26 کی تفسیر میں علمائے کرام نے یوں دیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: "اس فقرے کا تعلق ہمارے نزدیک جملۂ معترضہ سے پہلے کے فقرے کے ساتھ ہے۔ یعنی سلسلۂ عبارت یوں ہے کہ "کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا...... اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور بعض لوگ اس مدت کے شمار میں نو سال اور بڑھ گئے ہیں" اس عبارت میں تین سو اور تین سو نو سال کی تعداد جو بیان کی گئی ہے ہمارے خیال میں یہ دراصل لوگوں کے قول کی حکایت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا قول۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بعد کے فقرے میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ تم کہو، اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے۔ اگر 309 کی تعداد اللہ نے خود بیان فرمائی ہوتی تو اس کے بعد یہ فقرہ ارشاد فرمانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ اسی دلیل کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تاویل اختیار فرمائی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے بلکہ لوگوں کے قول کی حکایت ہے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم حاشیہ نمبر 25)

اِفسُوس: یہ ایشیائے کوچک (ترکی) کے مغربی ساحل پر قدیم یونانی شہر ہے۔ یہاں ڈائنا دیوی کا مندر دنیا کے سات (قدیم) عجوبوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ شہر ابتدائی مسیحیت کا بھی مرکز رہا۔ سینٹ پال (پولوس) نے یہاں تبلیغ کی اور سینٹ

جان (یوحنا) بھی یہاں مقیم رہے۔اس زمانے میں افسوس ساحل سمندر پر واقع تھا لیکن کثیر مقدار میں گاد جمع ہوتے رہنے سے اس کے کھنڈران دنوں ساحل سے 5 کلومیٹر ہٹ کر پائے جاتے ہیں۔(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری) یہ شہر بحیرہ ایجین کے ساحل پر واقع ہے۔سلجوقی ترکوں کے دور میں یہ تباہ ہوگیا۔ یہاں آرٹیمس دیوی (اپالو کی بہن جسے رومی ڈائنا کہتے تھے) کا مندر تھا۔یہیں 431ء میں کلیسائی کونسل منعقد ہوئی جس نے مسیح کے ایک خدا (نعوذ باللہ) ہونے کا اعلان کردیا۔(المنجد فی الاعلام)

ازمیر: ترکی کا یہ شہر بحیرہ ایجین کے ساحل پر واقع ہے۔ ماضی میں اسے سمرنا کہتے تھے۔اس کی آبادی 15 لاکھ سے زائد ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت اوراہم بندرگاہ ہے۔ یہاں کئی تاریخی زلزلے آئے۔

طرسوس: جنوبی ترکی میں دریائے طرسوس کے کنارے واقع ہے۔آبادی پونے دولاکھ ہے۔موجودہ مسیحیت کا بانی سینٹ پال یہیں پیدا ہوا تھا۔خلیفہ مامون الرشید عباسی نے اسے فتح کیا اور یہیں وفات پا کر دفن ہوا۔(المنجد فی الاعلام)

صابی

قرآن مجید میں صابئین کا ذکر مندرجہ ذیل تین مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	62	الحج	22	17
المائدة	5	69			

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

”بلاشبہ مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر صحیح ایمان رکھے گا اور نیک کام کرے گا ایسے لوگوں کے لیے ان کا اجر وثواب ان کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہوگا۔ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم کھائیں گے۔“ (البقرۃ:62/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

”یقیناً اہل اسلام، یہود، صابیوں اور نصرانیوں میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر صحیح ایمان رکھے گا اور نیک کام کرے گا ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم کھائیں گے۔“ (المائدۃ:69/5)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

''مسلمانوں، یہودونصاریٰ، صابیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قطعی فیصلہ فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر بخوبی گواہ ہے۔'' (الحج:17/22)

جس صابئہ فرقے کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے وہ موحدین تھے۔ ان کا دور یہودونصاریٰ سے پہلے کا ہے۔ وہ ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اس جہان کا خالق و مالک ہے۔ وہ جسمانی معاد کے بھی قائل تھے۔ پھر بعد میں ان کا عقیدہ ستاروں کے ساتھ مرطبت (وابستہ) ہوگیا جس کی وجہ سے ان پر بت پرستی کا الزام لگا۔

صابی ایک دینی گروہ رہا ہے اور ابھی تک شمالی عراق میں موجود ہے۔ ان کا مرکز حران تھا۔ عباسی دور سے یہ بغداد منتقل ہوگیا۔ بعض اور علاقوں میں بھی ان کا وجود رہا۔ بعض مسلمان بھی ہوگئے۔ ان کو علم طبیعیات سے بہت شغف تھا۔ انہوں نے بہت سی یونانی اور سریانی وراثت علمیہ عربی میں منتقل کی۔ آج کل یہ بہت کم تعداد میں شمالی عراق میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ بہت مخفی رکھا جاتا ہے تا کہ یہ مرور زمانہ (وقت گزرنے) کے ساتھ تبدیل نہ ہوجائے۔

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 426/5
❀ القاموس الإسلامي : 223/4
❀ معجم البلدان : 235/2
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 399
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 657

ترکی
جیحان
خلیج اسکندرون
بحیرۂ روم
اسود
دریائے عفرین
انطاکیہ
حارم
حلب
عینتاب
نزب
کرکمیش
جرابلس
ساجور
منبج
الباب
دریائے فرات
الرُہا (اُورفہ)
دیارِ مُضر
سروج
حرّان
تل ابیض
سلوک
دریائے بلیخ
رقّہ
دریائے فرات
راس العین
ماردین
نصیبین
سنجار
دریائے خابور
الجزیرہ
دیرالزور
میادین
رصافہ
صحرائے شام
شام
تدمر
خناصر
کفرتخاریم
معرۂ نعمان
لاذقیہ
حماۃ
سلمیہ
مصیاف
حمص
طرابلس
لبنان
بعلبک
کلومیٹر 200 150 100 50 0
صابیوں کا مسکن
حرّان: دیارِ مُضر کا قصبہ

صابی (صائبین)

صابیوں کے دومختلف فرقے ہیں (1) مند(Mandaeans)=مندویون'مغتسلہ یا صبوہ (سُبہ Subbas) یہ عراق کا ایک یہودی فرقہ ہے جو رسم اصطباغ کا پابند ہے۔(2) صابئہ حران' یعنی وہ مشرک فرقہ جو اسلامی عہد میں بھی عرصے تک باقی رہا۔ یہ فرقہ اپنے عقائد اور ان فضلا کی اہمیت کے سبب جو اس میں پیدا ہوئے جاذب توجہ ہے جیسے ثابت بن قرہ' ممتاز مہندس' ہیئت دان' مترجم اور فلسفی' سنان بن ثابت' طبیب اور ماہر علم کائنات جوی' ابواسحاق بن ہلال البتانی اور ابوجعفر الخازن وغیرہ۔

صابی ابتدا میں سارے شمالی عراق میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کا صدر مقام حران تھا' جسے قدماء ''کاریا'' کہتے تھے۔ ان کی عبادت کی زبان سریانی تھی۔ 259ھ/872ء میں مشہور صابی ثابت بن قرہ کا اپنے ہم مذہبوں سے اختلاف ہوگیا' چنانچہ اسے حران کی صابی جماعت سے خارج کر دیا گیا اور وہ بغداد آ گیا جہاں اس نے صابئیت کی ایک اور شاخ قائم کرلی۔ کچھ عرصے بعد خلیفہ القاہر کے عہد حکومت میں ثابت کے بیٹے سنان نے اسلام قبول کرلیا۔ تقریباً 364ھ/975ء میں خلیفہ المطیع اور خلیفہ الطائع کے کاتب ابواسحاق بن ہلال صابی نے حران' رقہ اور دیار مضر میں رہنے والے اپنے ہم مذہبوں کے حق میں ایک فرمان رواداری جاری کرالیا جس کی رو سے اس کے بغدادی ہم مذہبوں کو بھی اہل ذمہ میں شمار کرلیا گیا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں بغداد اور حران میں بہت سے صابی موجود تھے' مگر 424ھ/1033ء میں حران میں صرف ایک چاند کا معبد باقی رہ گیا تھا' جو ایک قلعے کی شکل میں تھا۔ سال مذکور میں اس معبد پر مصری فاطمیوں نے قبضہ کرلیا۔ گیارہویں صدی کے وسط کے بعد حران کے صابیوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا' گو اس صدی کے آخر تک وہ بغداد میں پائے جاتے تھے۔

شہرستانی کے بیان کے مطابق' سب صابی تین نمازیں پڑھتے تھے۔ کسی میت کو چھونے کے بعد وہ اپنے آپ کو غسل کے ذریعے پاک کرتے تھے۔ سوروں' کتوں' نیز پنجے والے پرندوں اور کبوتروں کا گوشت ان کے ہاں حرام تھا۔ ختنے کی رسم موجود نہ تھی۔ طلاق صرف قاضی کے حکم سے واقع ہوسکتی تھی اور ایک آدمی کے نکاح میں دو عورتیں نہیں ہوسکتی تھیں۔ (ملخص اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ص:478-479)

حران: دیکھیے باب ''ابراہیم علیہ السلام''

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''صابئین کے نام سے قدیم زمانے میں دو گروہ مشہور تھے۔ ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیرو جو بالائی عراق یعنی الجزیرہ

کے علاقے میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیروی میں اصطباغ کے طریقے پر عمل کرتے تھے۔ دوسرے ستارہ پرست لوگ جو اپنے دین کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور عناصر پر سیاروں کی اور سیاروں پر فرشتوں کی فرماں روائی کے قائل تھے۔ ان کا مرکز حران تھا اور عراق کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دوسرا گروہ اپنے فلسفہ وسائنس اور فن طب کے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا لیکن اغلب یہ ہے کہ یہاں پہلا گروہ مراد ہے، کیونکہ دوسرا گروہ غالباً نزول قرآن کے زمانے میں اس نام سے موسوم نہ تھا۔ (تفہیم القرآن: 210/3)

مجوسی (زرتشتی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

''مسلمانوں، یہودیوں، صابیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قطعی فیصلہ فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (الحج: 17/22)

چھٹی صدی قبل مسیح میں زرتشت نے مجوسی عقائد کی بنیاد رکھی۔ اس کی پیدائش ''رَے'' شہر میں ہوئی۔ اصلاً وہ آذر بائیجان سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض اہل علم نے اسے نبی بھی کہا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ژنداوستا'' تھا۔ اس کتاب میں اس نے حضرت محمد ﷺ کے ظہور کی پیش گوئی کی تھی۔ جیسا کہ ''فیدیارتی'' نے اپنی کتاب ''محمد کتب مقدسہ کی نظر میں'' میں ذکر کیا ہے۔

ظہور اسلام کے وقت مجوسیت ایرانیوں کا مشہور مذہب تھا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے نصف سے یہ ساسانی حکومت کا سرکاری مذہب رہا ہے۔ اس کا بنیادی عقیدہ خیر اور نور کے معبود ''اہور مزدا'' اور شر اور اندھیرے کے معبود ''اہرمن'' میں مسلسل کشمکش ہے۔ اس میں اس آگ کو مقدس خیال کیا جاتا ہے جو ''اہور مزدا'' کی تعظیم کی نیت سے جلائی جاتی ہے۔ آج تک بعض آتش کدے قائم ہیں۔ آذر بائیجان کے دارالحکومت ''باکو'' کا آتش کدہ اور اصفہان کے قریب ایک ٹیلے پر قائم آتش کدہ زیادہ مشہور ہیں۔ فارسیوں نے یمن میں بھی ایک آتش کدہ چھوڑا ہے جس کی عمارت اب تک قائم ہے۔

زرتشتیوں کی کچھ باقی ماندہ نسل بھارت کے شہر بمبئی اور وسطی ایران کے شہروں ''یزد'' اور ''کرمان'' میں پائی جاتی ہے۔

❀ تاریخ العالم : 366/4
❀ قصة الحضارة : 424/2
❀ دائرة معارف القرن العشرين : 550/4، 446/8
❀ القاموس الإسلامي : 44/3
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :661
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم :1071
❀ الحضارة العربية الإسلامية :68

مجوسی (زرتشتی)
اسلامی فتوحات تک ساسانی سلطنت کا مذہب زرتشتی تھا
بازنطینی سلطنت (رومی)
ایشیائے کوچک
لیڈیا (ترکی)
بحیرہ اسود
دربند
باکو
بحیرہ قزوین
(بحیرہ کیسپین)
جھیل وان
آذربائیجان
جھیل اورمیہ
دریائے دجلہ
قبرص
الجزیرہ
دمشق
صور
بحیرہ روم
شام
غسانی سلطنت
دریائے فرات
القدس
منف
سیناء
مصر
طیبہ
ذومۃ الجندل
بابل
حیرہ
طیسفون
(مدائن)
نہاوند
سوس
عیلام
میڈیا (ایران)
خراسان
طوس
ساسانی سلطنت
اصفہان
فارس
یزد
شیراز
کرمان
ہرات
افغانستان
کابل
دریائے ہلمند
سجستان
بلوچستان
موجودہ پاکستان
دریائے سندھ
سلطنت مناذرہ
صحرائے نفود
تبوک
تیماء
الاحساء
ہجر
خلیج فارس
مکران
خلیج عمان
صحار
مسقط
عمان
نجد
مدینہ منورہ
حجاز
مکہ مکرمہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
صحرائے نوبیہ
بحیرہ قلزم (احمر)
عسیر
ربع الخالی
حضرموت
حبشہ
بحیرہ عرب
بحر ہند
بھارت
بمبئی (ممبئی)
300
600
900
1200

باکو (آذربائیجان) میں مجوسیوں کا آتش کدہ

اضافی توضیحات وتشریحات

مجوس

مجوس: دراصل یہ ایک ایرانی لفظ ہے اور فارسی قدیم کے ''مگش'' و فارسی جدید کے ''مغ'' کو ظاہر کرتا ہے اور یہ سریانی زبان کے ذریعے عربی میں رائج ہوا۔ عربی لغت نویسوں کے نزدیک لفظ مجوس لفظ یہود کی طرح اسم جمع ہے۔ اس کا واحد مجوسی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس فرقے کا بانی زردشت یا زرتشت تھا۔ اسی لیے اس کے پیروزردشتی یا زرتشتی کہلاتے ہیں۔

فرقہ مجوسیہ کے عروج سے پہلے اہل فارس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیرو تھے۔ طبری کے مطابق زردشت فلسطین کا باشندہ اور یرمیاہ نبی کے ایک حواری کا نوکر تھا۔ اس نے اپنے آقا کو دغا دیا اور اس کی بددعا پر جذامی ہوگیا۔ تب اس نے آذربائیجان جا کر اس مذہب کی اشاعت شروع کی جسے مجوسیہ کہا جاتا ہے۔ بعدازاں وہ بلخ چلا گیا۔ بلخ کے حکمران بشتاسب اور اس کے باپ لہراسب نے جو پہلے ستارہ پرست صابی تھے زردشت کا مذہب قبول کرلیا۔ اسلامی فتوحات کے بعد یمن، بحرین، عمان، فارس، آذربائیجان اور خراسان کے زرتشتیوں نے بتدریج اسلام قبول کرلیا۔ اب بچے کھچے زرتشتی ''پارسی'' کہلاتے ہیں۔

امام رازی نے کہا ہے: ''مجوس کسی حقیقی نبی کے پیرو نہیں، صرف ایک متنبّی کے پیرو ہیں۔' ان کے ان الفاظ سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ مجوس کو حقیقی اہل کتاب اور مشرکین کے بین بین ایک درمیانی امت سمجھتے ہیں۔ بقول نیشاپوری: مجوس، جو دو خداؤں (یزداں: نیکی کا خدا۔ اہرمن: بدی کا خدا) پر ایمان رکھتے ہیں، ان کا نبی بھی حقیقی نبی نہیں، بلکہ ایک متنبّی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مقدس کتاب۔

ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجوسی اہل کتاب تو نہیں، لیکن بعض معاملات میں ان سے اہل کتاب ذمیوں جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ ان کے لیے جزیہ ادا کرنا لازمی ہے۔ لیکن نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے زرتشتیوں کو پیش کش کی تھی کہ وہ اسلام اور جزیہ میں سے جو چیز چاہیں قبول کرلیں۔ (ابوداود 433:3، روایت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد: 18 ص 588 تا 594)

مجوسیوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''ان کے مذہب واخلاق کو مزدک کی گمراہیوں نے بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا، حتی کہ سگی بہن سے نکاح تک ان میں رواج پا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن: 211/3)

باکو: یہ آذربائیجان کا دارالحکومت ہے جو بحیرۂ کیسپین کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ پٹرولیم کی صنعت کا مرکز ہے۔ اس کی آبادی 20 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

یزد: ایران کا یہ شہر اصفہان کے جنوب مشرق میں تقریباً 300 کلومیٹر دور ہے اور دشت کویر کے کنارے واقع ہے۔ اس کی

آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔

کرمان: یہ شہر یزد سے تقریباً سوا تین سو کلومیٹر جنوب مشرق میں دشت لوط کے مغرب میں واقع ہے۔ آبادی ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت ہے۔

بمبئی: آج کل اسے ممبئی کہا جاتا ہے۔ یہ بھارت کی مشہور بندرگاہ ہے جو بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے۔اس کی آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ سولھویں صدی عیسوی میں بمبئی پرتگالیوں کے تسلط میں تھا۔ 1668ء میں پرتگالی شہزادی کی شادی انگلستان کے بادشاہ سے ہوئی تو شاہ پرتگال نے بمبئی اپنی بیٹی کو جہیز میں دے دیا۔اس طرح یہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا مرکز بن گیا۔ بمبئی اور گجرات کاٹھیاواڑ کے ساحل پر مجوسی (پارسی) صدیوں سے آباد ہیں۔ ٹاٹا بھارت کی صنعتی برادری کا ایک بڑا نام ہے، وہ پارسی تھا۔

سیلِ عَرِم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِىْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

''قوم سبا کے لیے ان کے رہائشی علاقے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی کہ ان کے دائیں بائیں باغوں کے وسیع سلسلے تھے۔ (ہم نے انہیں کہا:) کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا اور اس کا شکر ادا کرو۔ عمدہ شہر اور معاف کرنے والا رب۔ (اور کیا چاہیے؟) لیکن انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیج دیا اور ان کے باغوں کے وسیع سلسلوں کو کڑوے اور بدمزہ باغوں' جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیری کے درختوں کے سلسلوں میں بدل دیا۔ یہ سب کچھ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ اور ہم ناشکرے لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔'' (سبا:34/15...17)

سبا ایک قدیم تہذیب کی حامل حکومت تھی جو یمن میں قائم ہوئی۔ اس کا عرصہ 950 سے 115 ق-م تک تھا۔ اس کا دارالحکومت مأرب تھا۔ اس کے بعد حمیریوں کی حکومت قائم ہوئی۔ یہ لوگ بھی سبا ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس حمیری حکومت نے حبشیوں سے ٹکر لی' پھر ایرانیوں سے لڑائی لڑی۔ اس طرح یہ حکومت ختم ہوگئی۔

شہر سبا کو بھی ''مأرب'' کہا جاتا ہے۔ (مأرب کا معنیٰ کثیر پانی ہے) اس شہر کے قریب ایک وادی میں سیلابی پانی کثرت سے بہتا تھا' وہاں مشہور بند بنا ہوا تھا۔ اس بند کے پانی سے وہ پینے کا پانی بھی حاصل کرتے تھے اور باغات کی سیرابی کا کام بھی لیتے تھے۔

عَرِم کا معنیٰ مضبوط اور قوی ہے۔ کثیر لشکر کو بھی عرم کہا جاتا ہے۔ سیلِ عرم سے مراد وہ سیلاب ہے جو مأرب کا بند ٹوٹنے سے برپا ہوا۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً چار سو سال پہلے کی بات ہے۔ بعض محققین کے مطابق ''عرم'' اس وادی کا نام ہے جہاں یہ ڈیم (بند) تعمیر کیا گیا تھا۔

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 390/6
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :374
❀ القاموس الإسلامي : 221/3، 610
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم :612

سَیل العَرِم کے بعد ہجرت
غَسّان .... جنوبی شام کی طرف
جذام .... تہامہ کی طرف
اَزد .... عُمان کی طرف
اَوس اور خزرج .... یثرب کی طرف
بحیرۂ روم
اسکندریہ
بابلیون
القدس
عمّان
ایلہ
دمشق
بصری الشام
غسّان
صحرائے شام
دریائے فرات
دریائے دجلہ
صحرائے نفود
عراق
اُبُلّہ
اہواز
اصفہان
یزد
فارس (ایران)
زاہدان
افغانستان
پاکستان
شیراز
بوشہر
الاحساء
خلیج فارس
مصر
جذام
اوس اور خزرج
مدینہ منورہ (یثرب)
نجد
خلیج عُمان
مسقط
ازد
عُمان
مصیرہ
جزیرہ نمائے عرب
مکہ مکرمہ
جدہ
دریائے نیل
صرائے نوبیہ
سودان
ربع الخالی
ظفار
بحیرۂ عرب
حضرموت
مأرب
صنعاء
مصوع
مکلا
یمن
عدن
عصب
خلیج عدن
سقوطرہ (یمن)
حبشہ
قرن افریقہ
بحرِ ہند
200
400
600
800
1000
1500
1400

سیلِ عَرِم

قوم سبا جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں ملک یمن میں آباد تھی۔عرب میں مستقل دریا ناپید ہیں' اکثر بارش کے پانی پر گزر بسر ہوتی ہے اور کہیں کہیں پہاڑی چشمے بھی ہیں۔ بارش کا پانی ہو یا پہاڑی چشموں کا' تمام پانی بہہ کر ریگستان (ربع الخالی) میں جذب ہوکر ضائع ہوجاتا تھا۔قوم سبا نے اس پانی کو کام میں لانے کے لیے ایک سو سے زائد بند باندھے تھے اوران کی وجہ سے تمام ملک سرسبز و بہارستان بنا ہوا تھا۔ان بندوں میں سے سب سے بڑا اور عظیم الشان بند ''سدمأرب'' تھا جو دارالحکومت ''مأرب'' کے قریب بنایا گیا تھا (قصص القرآن:305/3)

سدمأرب: مسعودی کے بقول مأرب کے پاس ایک آبی بند سبا بن یشجب بن یعرب نے بنانا شروع کیا تھا۔مگراس کی تکمیل سے پہلے وہ فوت ہوگیا اور پھر حمیر کے بادشاہوں نے اسے مکمل کیا۔مسعودی کہتے ہیں کہ سدمأرب کی لقمان بن عاد نے تکمیل کی۔ڈاکٹر محمد عبدالقادر بافقیہ ''تاریخ الیمن القدیم'' میں رقمطراز ہیں:

''مأرب کا عظیم بند اس وادی پر واقع ہے جس کے شمالی دہانے پر مأرب کا شہر بنا ہوا ہے۔مأرب کے قریب ''بلق'' نام کا ایک پہاڑ ہے' اس پہاڑ کو کاٹنے والی تنگ گزرگاہ کا نام ''وادی دنہ'' ہے جو اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔اس وادی کے دہانے پر مکربون (ملوک سبا) کے زمانے میں اہل سبا نے مٹی کی ایک موٹی دیوار کھڑی کی تھی جس کو انہوں نے سیلاب کی جانب سے بڑی بڑی چٹانوں سے ڈھانک دیا تھا۔اس مٹی کی دیوار یا بند کی لمبائی 1800 فٹ تھی۔اس کی بلندی اس کے آخری دور میں 42 فٹ تک پہنچ گئی تھی۔انہوں نے بند کی دونوں جانب پانی کے اخراج کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔اس کو داہنا صدف اور بایاں صدف کہا جاتا ہے۔اس طرح وہ اس قابل ہوگئے کہ اس پانی کو روک سکیں جو بارش کے موسم میں پہاڑوں کی بلندیوں سے اترتا تھا (اور ساتھ ہی) انہوں نے سطح آب کو اتنا بلند کیا کہ وہ ان زرعی زمینوں تک بآسانی پہنچ سکے جو نچلی سطح پر وادی کے دونوں طرف واقع تھیں۔'' (سید عبدالرحمٰن الکاف: ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

اہل سبا ایک عرصہ تک حلقہ بگوش اسلام رہتے ہوئے احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہے' لیکن تمول اور ہر قسم کی نعمتوں نے آہستہ آہستہ ان میں تکبر وغرور پیدا کردیا' یہاں تک کہ دین حق کو خیر باد کہہ دیا اور کفر وشرک کی زندگی کو دوبارہ اپنا لیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی فوراً گرفت نہیں کی بلکہ انہیں سمجھانے کے لیے انبیائے کرام ان کی طرف بھیجے جنہوں نے ان کو توحید کی طرف بلایا اور شرک وکفر سے ڈرایا مگر وہ اپنی خوش عیشی اور بدمستی میں مبتلا رہے' چنانچہ ان پر اللہ کا عذاب آیا جو دو طرح کا تھا:

الف: وہ ''بند'' جس کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا' جس کی بدولت ان کے دارالحکومت کے دونوں جانب تین سو مربع میل تک خوبصورت باغات' سرسبز کھیتوں اور فصلوں سے یمن گلزار بنا ہوا تھا وہ اللہ کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اس کا پانی سیلاب کی

شکل میں چاروں طرف پھیل گیا جس سے ان کے باغات اور کھیت تباہ ہو گئے۔ جب پانی خشک ہوا تو پورے علاقے میں باغوں کی جگہ جھاؤ کے درخت، جنگلی بیریاں اور پیلو کے درخت اگ آئے۔ اللہ کے اس عذاب کو کوئی نہ روک سکا، ان کی قوت کام آئی نہ علم ہندسہ کی مہارت نے فائدہ دیا۔ (قصص القرآن: 3/300-311)

ب: ''مأرب'' کا بند ٹوٹ جانے پر جب شہر مأرب اور اس کے دونوں جانب کے علاقے سرسبز کھیتوں، خوشبودار درختوں، عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہو گئے تو ان بستیوں کے اکثر باشندے منتشر ہو کر کچھ شام، عراق اور حجاز کی جانب چلے گئے اور کچھ یمن کے دوسرے علاقوں میں جا بسے...... نیز یمن سے شام تک کی راحت رساں آبادیاں اور کارواں سرائیں بھی اجڑ گئیں جو انہیں سفری سہولتیں مہیا کرتی تھیں اور ان کی حکومت کا شیرازہ اس طرح بکھر گیا کہ وہ حقیقتاً ایک کہانی بن کر رہ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے ان پہاڑوں پر کئی دن تک مسلسل طوفانی اور موسلا دھار بارش ہوتی رہی جس سے پانی ان وادیوں میں جمع ہوتا رہا، پھر اس پانی کا دباؤ اور بلندی دونوں بڑھتے ہی گئے، پانی بند کے اوپر سے بہنے لگا، مگر بارش تھمنے کا نام ہی نہ لیتی تھی، یہاں تک کہ مسلسل دباؤ کی وجہ سے خود بند ہی کے پیرا کھڑ گئے۔ پھر کیا تھا؟ جل تھل ایک ہو گئے، بارش پہلے ہی کھیتوں، باغوں، گھروں اور بازاروں کو پانی سے بھر چکی تھی، نکاسی کا کوئی راستہ باقی نہ رہ گیا تھا، اس پر بند ٹوٹنا قیامت ہو گیا، یوں کہیے کہ چھوٹا طوفان نوح تھا۔ (سید عبدالرحمٰن الکاف: ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

نیا سد مأرب: پرانے سد مأرب سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر نیا سد مأرب تعمیر کیا گیا ہے جس کا سنگ بنیاد علی عبداللہ صالح صدر جمہوریہ یمن اور شیخ زاید بن سلطان آل نہیان نے اکتوبر 1986ء میں رکھا، پھر اس کا افتتاح ستمبر 1987ء میں ہو گیا۔ اس ڈیم کی بنیاد 54 میٹر گہری کھودی گئی ہے، اس کا مجموعی رقبہ 24 مربع کلومیٹر ہے۔ (سید عبدالرحمان الکاف ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ پرانا بند شمالی و جنوبی دونوں یمنوں کے پہاڑوں سے آنے والے پانی کو روکتا تھا جبکہ نیا بند صرف جنوبی یمن کے پہاڑوں کا پانی جمع کرتا ہے۔

مأرب: اس کی تفصیل باب ''حضرت سلیمان علیہ السلام'' میں دیکھیے۔

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨

''قسم ہے برجوں والے آسمان کی' وعدے کے دن کی اور جمعے اور عرفے کے دن کی۔ اصحاب الاخدود (کھائی والوں) پر لعنت ہے۔ جنہوں نے بھڑکتی آگ جلائی تھی اور وہ آگ کے قریب بیٹھے ایمان والوں کے ساتھ اپنی بدسلوکی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے جو مومنوں سے دشمنی کی تھی' ان کے نزدیک بھی ایمان والوں کا یہی جرم تھا کہ وہ غالب قابل تعریف اللہ پر ایمان لائے تھے۔ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بخوبی گواہ ہے۔'' (البروج 85:1...9)

لغت میں ''اخدود'' زمین کی لمبی کھائی کو کہتے ہیں۔ جس طرح زلزلے کے نتیجے میں بن جاتی ہے۔ اصحاب اخدود کا ذکر قرآن مجید میں صرف سورۂ بروج میں آیا ہے۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ کچھ مومنین نے اپنے عقیدے سے مرتد ہونے سے انکار کر دیا اور موت کو ترجیح دی خواہ انہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ ان کے ظالم بادشاہ نے ایک کھائی کھدوائی' اس میں زبردست آگ جلائی اور ان سب کو کوئلہ کر دیا۔

بعض مفسرین اور مؤرخین کے مطابق یہ بادشاہ ''حِمْیَری'' بادشاہوں میں سے تھا۔ اس کا نام ''یوسف ذونواس'' تھا۔ 524ء میں فوت ہوا۔ یہ متعصب یہودی تھا۔ اس نے نجران کے عیسائیوں پر سخت ظلم کیے۔ انہیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا ورنہ انہیں آگ میں جلانے کی دھمکی دی۔ جب انہوں نے اپنا دین چھوڑنے سے انکار کیا تو اس ظالم نے انہیں 523ء میں حقیقتاً جلا دیا۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''جب بادشاہ نے کھائی کھودنے کا حکم دیا اور اس میں ہر طرف آگ جلا دی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ہر صاحب ایمان مرد و عورت کو باہر لائیں اور انہیں آگ پر کھڑا کر کے پیشکش کریں' اگر وہ دین

چھوڑ دیں تو اچھی بات ہے ورنہ انہیں آگ میں پھینک دیں۔ایک عورت اپنے بچے کو گود میں اٹھائے لائی۔ وہ آگ میں چھلانگ لگانے سے ذرا ہچکچائی تو بچہ بول اٹھا: ''ماں! مضبوط رہ! بلاشبہ تو حق پر ہے۔'' (صحیح مسلم' الزھد' حدیث:3005)

❀ التفسير المنير: 155/30

❀ صفوة التفاسير: 540/3

❀ القاموس الإسلامي: 120/1

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 227

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 80

❀ الموسوعة اليمنية: 1035/2

اصحاب الاُخدود
نجران کے قریب
فارس (ایران)
عراق
شام
مصر
جزیرہ نمائے عرب
سوڈان
یمن
حبشہ
برِّ اعظم افریقہ
بحیرۂ عرب
بحر ہند
العلاء
خیبر
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
تربہ
قنفذہ
عسیر
بحیرۂ قلزم (احمر)
ابہا
نجران
عرب
جیزان
جزائر فرسان
معین
مأرب
شبوہ
مصوع
جزائر دہلک
قمران
صنعاء
سبا
زبید
اکسوم
اریٹریا
حمیر
شقراء
تعز
حبشہ
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن
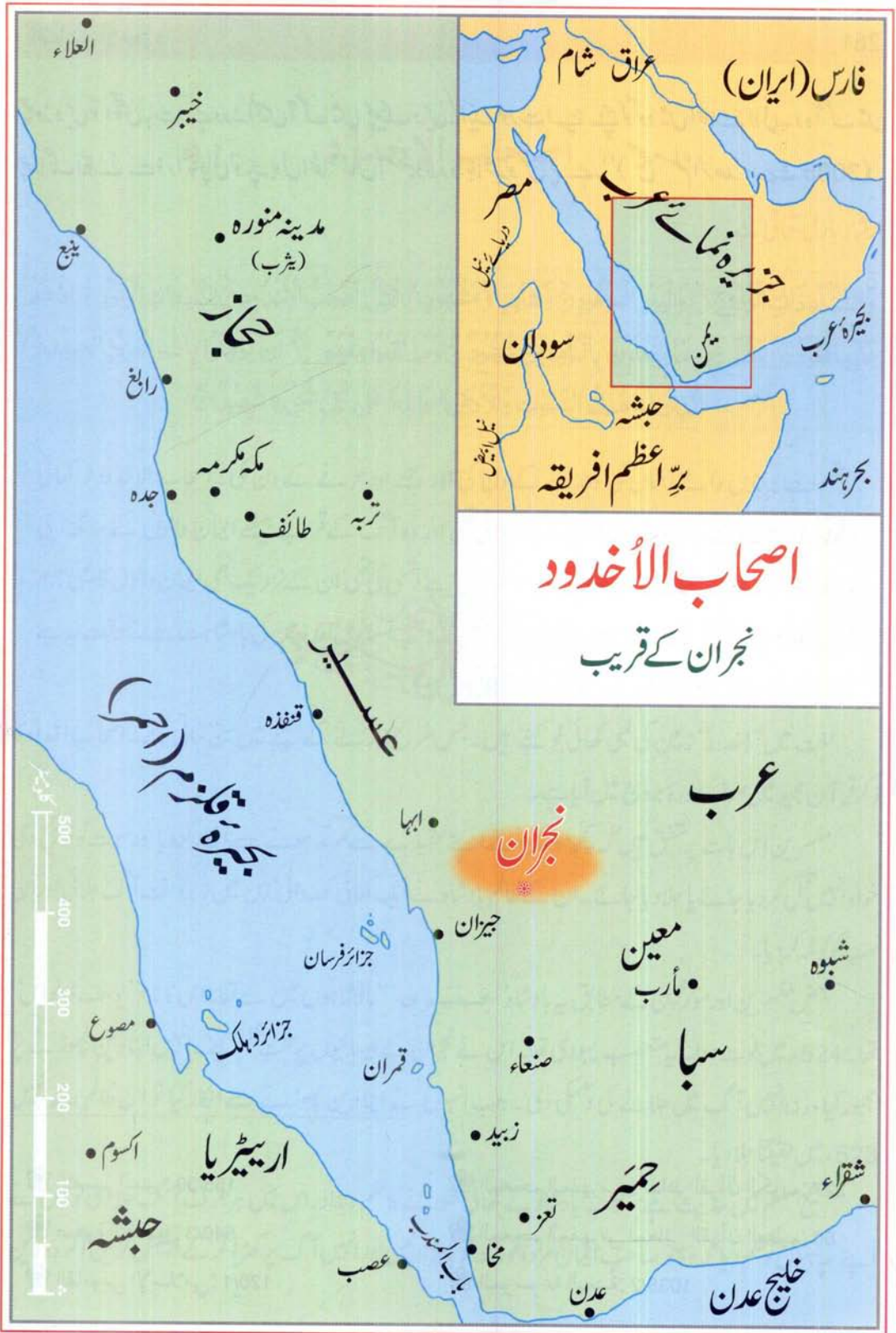
اصحاب الاخدود

اخدود...... ''خد'' کے معنی گڑھے' کھائی اور خندق کے ہیں اوراس کی جمع ''اخدوذ'' ہے۔ چونکہ زیر بحث واقعے میں کافر بادشاہ اوراس کے امراء واعیان سلطنت نے خندقیں اور گڑھے کھدوا کراوران کے اندر آگ دہکا کر عیسائی مومنوں کوان میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا۔ اس نسبت سے ان کافروں کو ''اصحاب اخدوذ'' کہا جاتا ہے۔ (قصص القرآن:331/3)

حاکم یمن ذونواس یہودیت کا پرجوش مبلغ تھا ادھر رومی سوداگر یمن کے سواحل تک پہنچتے تھے لیکن جہاں جہاں گزرتے تھے اسباب سوداگری کے ساتھ عیسائیت کی سوغات بھی ساتھ ساتھ بانٹتے جاتے تھے۔ عیسائی راہب بھی مخصوص مقاصد کے ساتھ ملک میں دورہ کرتے تھے۔ پہلے اثر نے عدن اور دوسری کوشش نے نجران میں جہاں پہلے شجر پرستی ہوتی تھی عیسائیت کے برگ و بار پیدا کیے۔ ان تدابیر سے نجران عیسائیت کا مرکز قرار پا گیا تھا۔ حمیری یہودی عیسائیت کی ترقی دیکھ کر بپھرتے تھے۔

نجران میں ایک راہب کا مقام تھا' ایک لڑکا اس راہ سے اکثر گزرتا تھا۔ راہب اس کو راستہ میں ٹھہرا کر مذہبی تعلیم کا روز کوئی نہ کوئی سبق دیا کرتا تھا۔ جب عام لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ طبعاً برافروختہ ہوئے۔ آخر ذونواس اوراس کے حواریوں نے خندقیں کھود کر انہیں آگ سے بھر دیا' پھر لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ جس نے عیسائیت پر اصرار کیا اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ یہ واقعہ 523ء میں پیش آیا تھا۔

قرآن میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے تمام لوگوں کو جلا دیا اور شہر کو بے نشان کر دیا' رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نجران میں عیسائی آبادی موجود تھی' وہاں دعاۃ اسلام بھیجے گئے۔ نجران سے دو راہب رسول اللہ ﷺ سے مناظرہ کے لیے بھی آئے تھے۔ (ارض القرآن 235۔236)

نجران: سعودی عرب کا یہ شہر وادی نجران میں حدود یمن کی طرف واقع ہے۔ اس کی آبادی 70 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ شہر نجران' صنعاء سے تقریباً 250 کلومیٹر شمال میں ہے۔ سن 9ھ میں نجران کے 60 عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ نمبر 61 نازل ہوئی تھی مگر وہ نجرانی عیسائی مباہلے سے کنی کترا گئے تھے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ نجرانی عیسائی جن عقائد کے پیروکار تھے ان کی صداقت پر انہیں خود کامل اعتماد نہیں تھا۔

اَصْحابُ الجَنَّة (باغ والے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

''ہم نے مشرکین مکہ کو آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح صبح سارا پھل کاٹ لیں گے۔ انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا تھا۔ ابھی وہ سوئے ہوئے تھے کہ راتوں رات باغ پر تیرے رب کی طرف سے عذاب نازل ہوگیا۔ صبح کے وقت باغ کی یہ کیفیت ہوگئی جیسے فصل کاٹی گئی ہو۔ لیکن وہ (بے خبر) صبح صبح اٹھ کر ایک دوسرے کو پکارنے لگے: ''اگر تم نے پھل کاٹنا ہے تو جلدی جلدی باغ میں پہنچ جاؤ۔'' راستے میں جاتے ہوئے آہستہ آہستہ سرگوشیاں کررہے تھے: ''آج تمہارے پاس (باغ میں) کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔'' وہ سمجھتے تھے کہ ہم پوری فصل کاٹ لائیں گے۔'' لیکن جب انہوں نے اس باغ (والی جگہ) کو دیکھا تو کہنے لگے: ''شاید ہم راستہ بھول آئے ہیں۔'' پھر غور وفکر کے بعد کہنے لگے: ''ہم تو محروم ہوگئے۔'' درمیان والا بھائی کہنے لگا: ''میں نے تمہیں کہا نہیں تھا؟ اب تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' تب وہ نادم ہوکر کہنے لگے: ''پاک ومقدس ہے ہمارا رب ہم ہی ظالم ہیں۔'' پھر ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: ''ہائے افسوس! ہم ہی سرکش ہوگئے تھے۔ شاید رب تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر باغ دے دے۔ ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف رجوع کررہے ہیں۔'' عذاب ایسے ہی آتا ہے' نیز آخرت کا عذاب اس سے بہت بڑا ہے۔ کاش لوگ جان لیں۔'' (القلم:68/17...33)

یہ باغ والے ''ضَوْرَان'' میں رہتے تھے۔ ''ضَوْرَان'' یمن میں بنوہرش کا قلعہ تھا۔ دراصل ''ضَوْرَان'' اس علاقے کے ایک پہاڑ کا نام تھا۔ اسی مناسبت سے اس علاقے کو بھی ''ضَوْرَان'' کہا جاتا تھا۔

❀ التفسیر المنیر: 59/29 ❀ معجم البلدان: 464/3 ❀ صفوة التفاسیر: 427/3

اصحاب الجنّۃ
ضوران (صنعاء کے جنوب میں)
یمن میں بنو ہرش کے قلعے
ترکی
شام
عراق
فارس (ایران)
بحیرۂ روم
جزیرہ نمائے عرب
مصر
خلیج فارس
عُمان
سوڈان
یمن
بحیرۂ عرب
حبشہ
صومالیہ
براعظم افریقہ
بحرِ ہند
نجران
جیزان
صعدہ
حرض
حوث
ربع الخالی
زہرہ
اللحیہ
ریدہ
مأرب
صنعاء
جبل ضوران
حضرموت
معبر
حدیدہ
ضوران
ذمار
یمن
بیت الفقیہ
یریم
حبان
حوطہ
زبید
اب
لودر
تعز
شُقراء
مخا
لحج
عصب
عدن
حبشہ
خلیج عدن
کلومیٹر
300
200
100
20
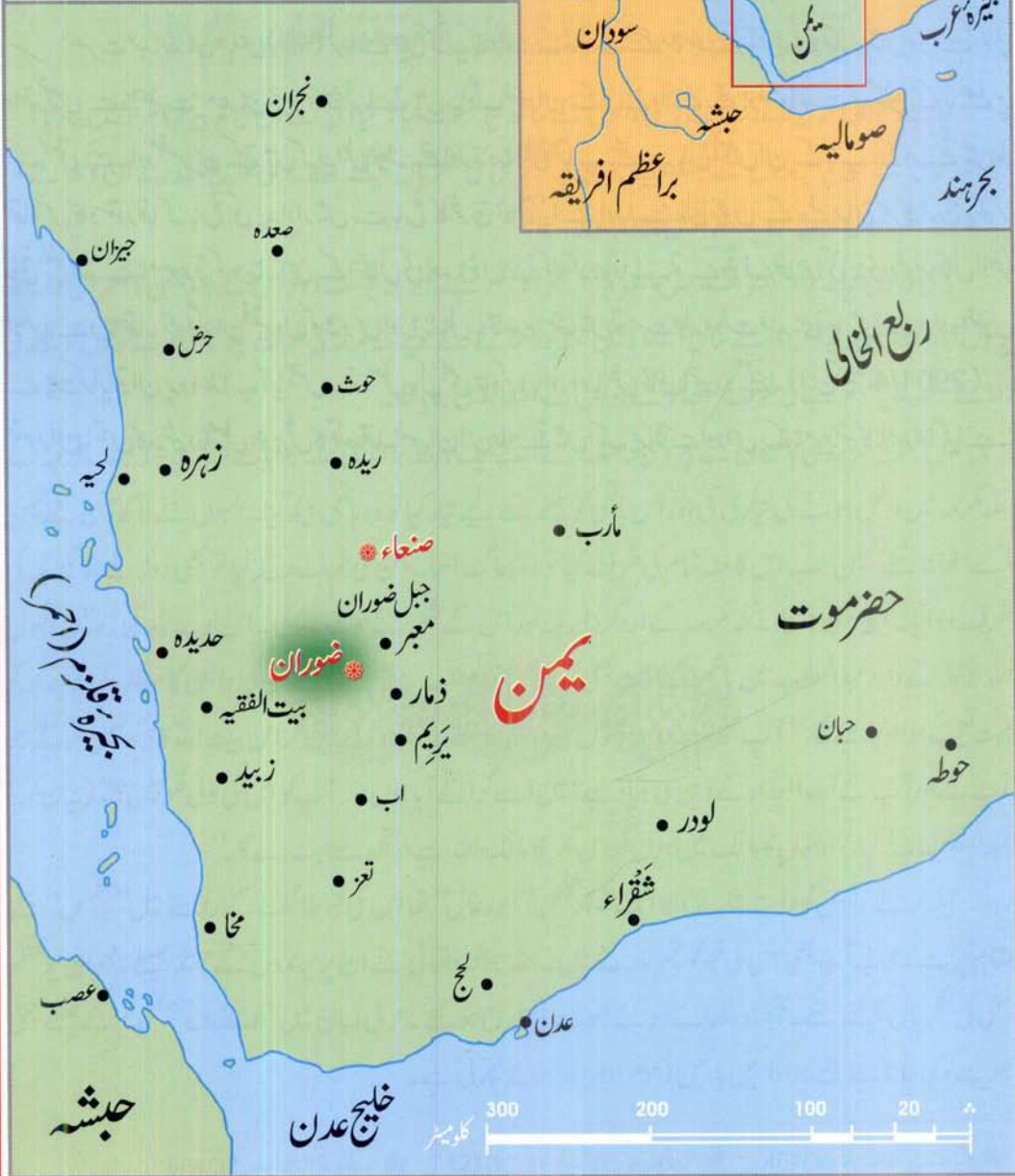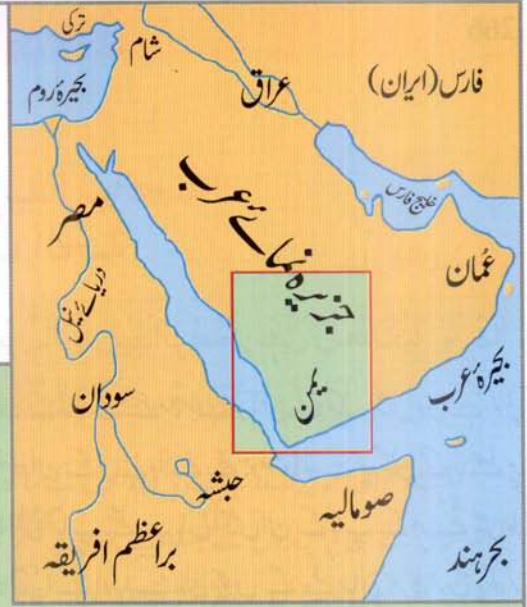
اصحاب الجنة

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ یہ کفار مکہ کے حالات کے مناسب قرآن نے ایک مثال دی ہے' کوئی واقعہ نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ ضوران کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے اور مذہباً اہل کتاب تھے۔ یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا جس کا دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکالتا' اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا۔ اس کے انتقال کی بعد بیٹوں نے کہا کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دے دیتا تھا۔ ہم اگر ان فقیروں کو نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں۔ یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور وہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ (ابن کثیر:2901/4)

ضوران: یمن کا یہ شہر دراصل بنو ہرش کا قلعہ تھا۔ ضوران اس علاقے میں ایک پہاڑ ہے اور اس کے نام پر شہر کا نام رکھا گیا ہے۔

اَصۡحٰبُ الۡفِیۡلِ (ہاتھی والے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ؕ﴿۱﴾ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ۙ﴿۳﴾ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ﴿۵﴾

''کیا تجھے علم نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو نامراد نہیں بنا دیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کھنگر مٹی کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ اس طرح اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔'' (الفیل:105/1...5)

ہاتھی والوں سے مراد ''اَبۡرَھَہ بن اَشۡرَم'' حبشی کا لشکر ہے۔ ابرہہ یوسف ذونواس کے بعد یمن کا حکمران بنا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش والے سال ۵۷۱ء میں کعبہ کو ڈھانے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف چلا تا کہ عرب لوگوں کو کعبے کی بجائے ''قُلَّیۡس'' گرجے کی طرف متوجہ کرے، جو اس نے صنعاء میں بنایا تھا۔

اس لشکر کی سربراہی ہاتھیوں کے سپرد تھی۔ سب سے آگے ایک بہت بڑا ہاتھی تھا۔ روایات بتاتی ہیں کہ جب ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اس ہاتھی کو چلنے کے لیے تیار کیا تو وہ ہاتھی بیٹھ گیا۔ انھوں نے لاکھ جتن کیے لیکن اسے اٹھا نہ سکے، لیکن جب اس کا منہ شام کی طرف کیا تو وہ بھاگ اٹھا۔ یمن کی طرف رخ کیا تو بھی دوڑنے لگا مگر مکہ کی طرف وہ ایک انچ بھی نہ چلا۔ مکہ مکرمہ کے اردگرد ابرہہ اور اس کے لشکر نے لوٹ مار کی۔ اس لوٹ مار کی زد میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے اونٹ بھی آ گئے۔ عبدالمطلب نے ابرہہ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو ابرہہ کو بہت تعجب ہوا اور کہنے لگا: ''آپ مجھ سے دو سو اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ تو کر رہے ہیں مگر اس بیت اللہ کا ذکر نہیں کرتے جو آپ کے اور آپ کے آباء واجداد کے دین کی بنیاد ہے؟ میں اسے گرانے آیا ہوں اور آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں؟'' (یہ سن کر) عبدالمطلب نے کہا: ''اونٹوں کا مالک میں ہوں مگر اس گھر کا مالک اللہ ہے وہ تجھ سے نبٹ لے گا۔''

حملہ کرنے والوں کو راستہ بتانے والا ایک غدار شخص ''ابورغال'' تھا اس کی قبر طائف کے راستے میں ''مُغَمَّس'' کے مقام پر ہے۔ عرب آج بھی اس کی قبر کو پتھر مارتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے۔ جو ان پر کھنگر مٹی کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ نتیجتاً وہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔ عربی زبان میں ''عَصۡف'' گندم کے چھلکے یعنی بھوسے کو کہا جاتا ہے جسے ہوا دائیں بائیں (ادھر ادھر) اڑائے پھرتی ہے۔

❀ التفسير المنير: 404/30 ❀ القاموس الإسلامي: 121/1 ❀ صفوة التفاسير: 604/3

اصحاب فیل
عام الفیل: 20 اپریل 571ء
﴿اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ﴾
”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟“
(الفیل:1/105)
قلزم
ایلہ
عقبہ
سیناء
مدین
تبوک
ضبا
العلاء
خیبر
مصر
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
نجد
رابغ
جدہ
مکہ مکرمہ
صحرائے نوبیہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
سودان
نجران
مصوع
صنعاء
یمن
اکسوم
تعز
عصب
خلیج عدن
جبوتی
زیلع
جھیل تانا
سطح مرتفع حبشہ
صومالیہ
ہرجیسہ
200
400
600
800
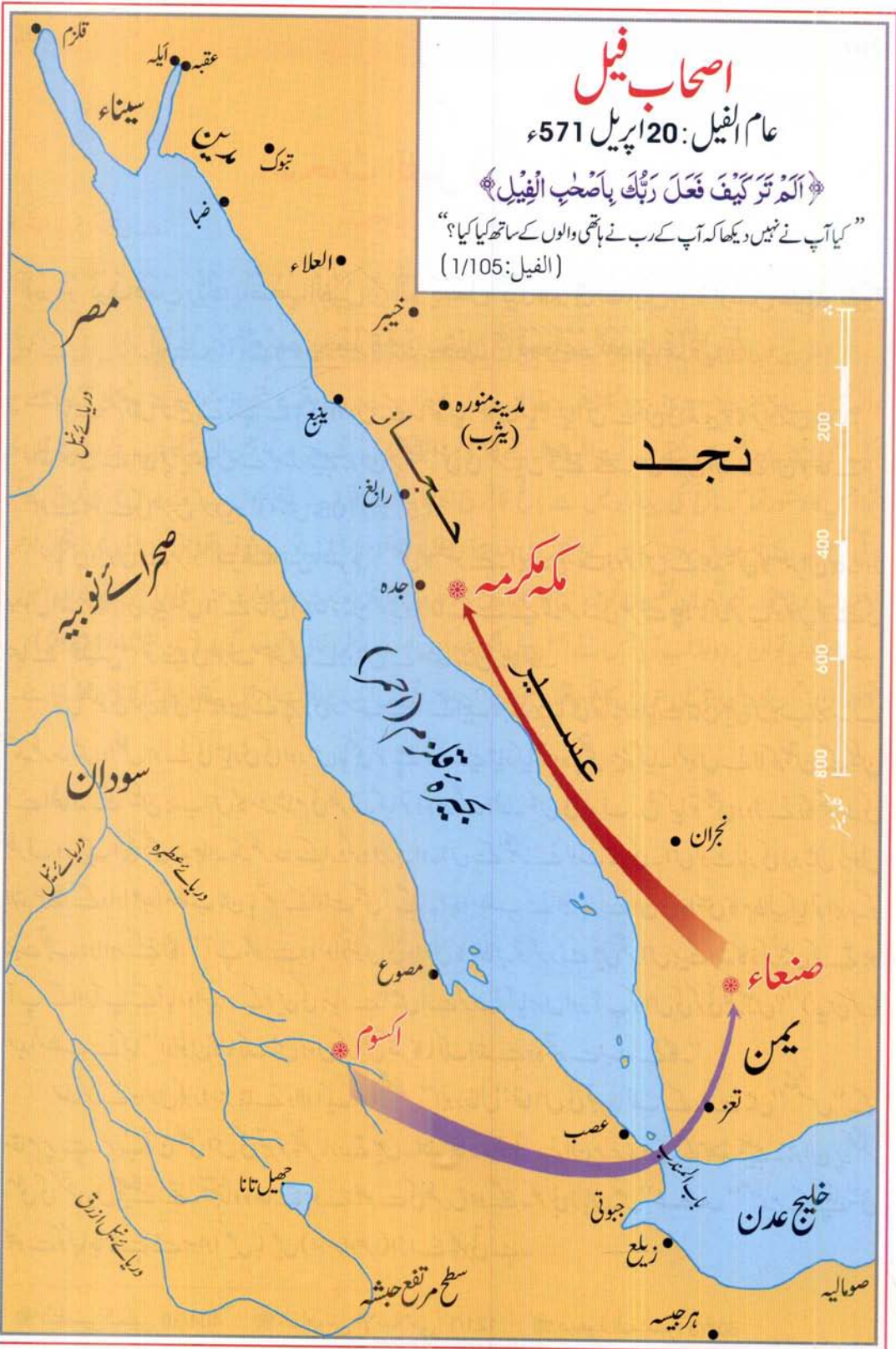
اصحاب الفیل

حکومت سبا کی حدود مملکت جنوبی عرب سے شروع ہو کر شمالی عرب اور افریقہ تک وسیع ہوگئی تھیں۔ نجران میں یمن کے حمیری یہودی فرماں روا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم کیا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سن 525ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ بعض مورخین کے بقول اسی حبشی فوج میں ابرہہ بھی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ رفتہ رفتہ وہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا' مگر برائے نام اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو نائب شاہ لکھتا تھا۔ یمن میں پوری طرح اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے ان کے پیش نظر تھا' یعنی عرب میں عیسائیت پھیلانا اور عربوں کی تجارت پر قبضہ جمانا۔

ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا جسے عرب مورخین القَلِیس یا القُلَّیس یا القُلَیس اور یونانی میں Ekklesia کہتے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد اس نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس نے یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی کرا دی۔ اس کے اس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب (حجازی) نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔ اپنے کلیسا کی اس توہین پر اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک کعبے کو ڈھا نہ دوں۔

اس کے بعد وہ سن 570ء یا 571ء میں ساٹھ ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں یمن کے سردار ذونفر نے' پھر خثعم کے علاقے کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے مقابلہ کیا' مگر وہ شکست کھا گئے...... طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف کا ایک سردار مسعود وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور کہا ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں جسے آپ ڈھانے آئے ہیں' وہ تو مکہ میں ہے' اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو رہنما فراہم کیے دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کوس رہ گیا تو ''اَلْمُغَمَّس'' نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال مر گیا۔ عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال تک طعنے دیتے رہے کہ انہوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا تعاون کیا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس

نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعے سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں' اگر تم نہ لڑو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا' مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا' انہوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یہ اللہ کا گھر ہے' وہ چاہے تو اپنے گھر کو بچالے گا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں' وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شاندار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ تو کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین آبائی کا مرجع ہے' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر' تو اس کا ایک رب ہے' وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا۔ ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے یہ بھی کہا: یہ اللہ کا گھر ہے آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔

قریش اتنی بڑی فوج سے لڑ کر کعبے کو بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تا کہ ان کا قتل عام نہ ہو' پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور اللہ کے حضور دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت فرمائے۔ ابن ہشام' سہیلی اور ابن جریر نے عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

لَاهُمَّ إِنَّ الْعَبْدَ يَمْـ ... ـنَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكْ

''الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے' تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما''

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ ... وَمِحَالُهُمْ غَدْواً مِحَالَكْ

''کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے''

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْـ ... ـلَتَنَا فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

''اگر تو ان کو اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر''

وَانْصُرْنَا عَلَى آلِ الصَّلِيْـ ... ـبِ وَعَابِدِيهِ الْيَوْمَ آلَكْ

''صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما''

يَا رَبِّ لَا أَرْجُو لَهُمْ سِوَاكَا ... يَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَا

''اے میرے رب! تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب! ان سے اپنے حرم کی

حفاظت فرما۔"

إِنَّ عَـدُوَّ الْبَيْـتِ مَنْ عَـادَاكَـا　　　　امْـنَـعْهُـمْ أَنْ يُّخَـرِّبُوا قُـرَاكَـا

"اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک"

یہ دعائیں مانگ کر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے اور دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا' مگر اس کا خاص ہاتھی محمود' جو آگے آگے تھا' یکا یک بیٹھ گیا' بہت کوشش کی مگر وہ نہ ہلا...... اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لیے ہوئے آئے اور انہوں نے اس لشکر پر ان سنگریزوں کی بارش کر دی جس سے سارا لشکر ہلاک و برباد ہو گیا۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصب کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا' اہل عرب اسے عام الفیل کہتے ہیں۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں تقریباً 50 دن بعد ہوئی تھی۔ (ملخص از تفہیم القرآن: 462/6-469)

صنعاء: 525ء میں جب حبشہ (اکسوم) کے عیسائی بادشاہ نے آخری حمیری حکمران ذونواس کو شکست دے کر یمن میں اپنا گورنر مقرر کر دیا تو اس نے صنعاء کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ 543ء میں ابرہہ یمن کا گورنر ہوا جسے نکٹا ہونے کے باعث ابرہہ الاشرم کہا جاتا ہے۔ اس نے اگست 570ء میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے مکہ کی طرف یلغار کی مگر نامراد ٹھہرا۔ صنعاء اسلامی دور میں بھی یمن کا دارالحکومت رہا اور آج بھی جمہوریہ یمن کا دارالحکومت ہے۔

خثعم: جبل سراۃ (طائف اور نجران کے درمیان) میں خثعم بقول امام نووی ایک پہاڑ کا نام تھا اور اس نسبت سے یہاں آباد قبیلہ بھی خثعم کہلاتا تھا۔ ابرہہ الاشرم صنعاء سے چل کر خثعم کے راستے مکہ معظّمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔

طائف: یہ عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے اور اچھی آب و ہوا اور زرخیزی و شادابی کے لیے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 1700 میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانہ قدیم سے اہل مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔ یہ مکہ کے جنوب مشرق میں 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1982ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا' رسیلا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ طائف بنوثقیف کا شہر تھا۔ ان میں سے مختار ثقفی' حجاج بن یوسف اور فاتح سندھ محمد بن قاسم نے تاریخ میں شہرت پائی۔

مغمّس: یہ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر عرفات سے پرے طائف کی جانب واقع ایک مقام ہے۔ یہاں ابورغال کی قبر ہے جس نے اصحاب فیل کی مکہ پر چڑھائی کرنے میں رہنمائی کی تھی۔ اسے یہاں موت نے آ لیا اور اس کی غداری کے باعث لوگ اس کی قبر پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

سردی اور گرمی کا سفر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

''چونکہ ہم نے قریش کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کر رکھا ہے۔ اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کے لیے دیا اور خوف سے امن دیا۔'' (قریش:106/1...4)

قریشی سردار ہر سال دو تجارتی سفر کرتے تھے' ایک سردیوں میں دوسرا گرمیوں میں۔ سردیوں میں یمن اور حبشہ کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام وعراق کی طرف۔

عبدِ مناف کے چاروں بیٹے ان قافلوں کی قیادت کرتے تھے۔ ہاشم شام کو جاتے تھے۔ خصوصاً غزہ کے علاقہ میں' اسی بنا پر غزہ ''غزۂ ہاشم'' کے نام سے موسوم ہو گیا۔ مُطّلب یمن کو جاتے تھے۔ عبد شمس حبشہ کو اور نوفل عراق کو۔

قریش کے یہ قافلے بڑے امن وامان اور اطمینان سے جاتے تھے۔ (نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے) کوئی بری نیت سے ان کے سامنے نہ آتا تھا' کیونکہ وہ بیت اللہ کے پڑوسی اور حرم پاک کے باسی تھے۔

❀ التفسیر المنیر:412/30

❀ القاموس الإسلامي:507/2

❀ صفوة التفاسیر:606/3

قریش مکہ کے سفر
رحلۃ الشتاء والصیف (القریش: 2/106)
(گرمیوں میں)
(سردیوں میں)
بحیرۂ روم
شام
بصریٰ
القدس
غزہ ہاشم
بحیرہ مردار
وادی سرحان
دریائے فرات
طیسفون (مدائن)
بابل
دجلہ
حیرہ
سواد
اُبلہ
کاظمہ
دُومۃ الجندل
معان
قلزم
ایلہ
سیناء
مصر
تبوک
خریبہ
مدین
تیماء
حائل
ضبا
الوجہ
العلاء
خیبر
نجد
مدینہ منورہ (یثرب)
حجاز
(بحیرۂ احمر)
صحرائے نوبیہ
جدّہ
شُعَیبہ
مکہ مکرمہ
تربہ
طائف
بحیرۂ قلزم
عسیر
قنفذہ
نجران
جیزان
فرسان
صعدہ
مصوع
دہلک
مأرب
صنعاء
قمران
زبید
یمن
تعز
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن
سوڈان
اکسوم
حبشہ
1000
800
600
400
200
100
0

فلسطینی شہر غزہ ہاشم

قدیم شہر صنعاء (یمن کا دارالحکومت)

اصحاب ایلاف

قریش کے سفر: سردار عبدالمطلب کے والد اور رسول اللہ ﷺ کے پردادا کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بین الاقوامی تجارت میں حصہ لیا جائے جو عرب کے راستے بلاد مشرق اور شام ومصر کے درمیان ہوتی تھی' اور ساتھ ساتھ اہل عرب کی ضروریات کا سامان بھی خرید کر لایا جائے تا کہ راستے کے قبائل ان سے مال خریدیں' اور مکے کی منڈی میں اندرون ملک کے تجار خریداری کے لیے آنے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی ساسانی حکومت اس بین الاقوامی تجارت پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھیں جو شمالی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں سے رومی سلطنت اور بلاد مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اس لیے جنوبی عرب سے بحیرۂ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جو تجارتی راستہ شام ومصر کی طرف جاتا تھا اس کا کاروبار بہت چمک اٹھا تھا۔ دوسرے عربی قافلوں کی بہ نسبت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائل بیت اللہ کے خدام ہونے کی حیثیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ہاشم نے تجارت کی اسکیم بنائی اور اپنی اس اسکیم میں اپنے باقی تینوں بھائیوں کو شامل کیا۔ شام کے غسانی بادشاہ سے ہاشم نے' حبش کے بادشاہ سے عبد شمس نے' یمنی امراء سے مطلب نے اور عراق وفارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اس طرح ان لوگوں کی تجارت بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی گئی۔ اسی بنا پر یہ چاروں بھائی متجرین (تجارت پیشہ) کے نام سے مشہور ہو گئے اور جو روابط انہوں نے گردوپیش کے قبائل اور ریاستوں سے قائم کیے تھے ان کی بنا پر ان کو اصحاب ایلاف بھی کہا جاتا تھا۔ ایلاف کے لفظی معنی ''الفت پیدا کرنے'' کے ہیں۔

ان بین الاقوامی تعلقات کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخط لے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید لکھنے کے لیے استعمال ہوا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے میں اتنے پڑھے لکھے لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔ انہی وجوہ سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ **قریش قادة الناس** ''قریش لوگوں کے لیڈر ہیں'' (مسند احمد' مرویات عمرو بن العاص) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: **کان هذا الامر فی حمیر فنزعه الله منهم و جعله فی قریش** ''پہلے عرب کی سرداری قبیلہ حمیر والوں کو حاصل تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ ان سے سلب کر کے قریش کو دے دی۔'' (تفہیم القرآن' جلد ششم' ص:475)

وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق، نَسر، لَات، عُزّٰی اور مَنَات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۚ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

''قوم نوح نے کہا:''تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو۔ (اپنے بتوں) ود سواع یغوث یعوق اور نسر کو مت چھوڑو۔'' اس طرح انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' لہٰذا اے اللہ! ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ فرما۔'' (نوح: 24...23/71)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۙ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾

''کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ پر بھی غور کیا؟ اور ایک تیسری (دیوی) منات پر بھی؟ کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اس (اللہ) کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی ناانصافی والی تقسیم ہے۔ یہ تو خالی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔'' یہ لوگ صرف گمان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔'' (النجم: 23...19/53)

''صنم'': اس بت کو کہتے ہیں جس کی عبادت کی جائے۔

''وثن'': بھی بت کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اوثان ہے۔

''نُصُب'': سے مراد وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے اردگرد رکھے ہوئے تھے۔ وہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ ''نصب'' کی جمع ''انصاب'' ہے۔ مکہ میں سب سے پہلے بت نصب کرنے والا عمرو بن لُحَیّ ازدی تھا۔ وہ انہیں شام سے لے کر آیا تھا۔ اہم بت مندرجہ ذیل تھے:

''اساف اور نائلہ'': یہ دونوں بت مسجد حرام میں کعبہ کے دروازے کے پاس رکھے تھے۔

''اُقَیصر'': قضاعہ' لخم اور عاملہ (قبائل) کا بت تھا۔ شامی حدود کے پاس نصب تھا۔

''جَلْسَدْ'': حضر موت کے علاقے میں تھا۔ بنو کندہ اس کی پوجا کرتے تھے۔

"ذوالخَلَصَہ": یہ بت مکہ اور یمن کے درمیان "تبالہ" کے مقام پر تھا۔ خثعم، بجیلہ، ازدالسراۃ اور ان کے قریب بنوہوازن کے قبائل اس بت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

"ذوالشّرٰی": بنوحارث بن مبشر ازدی کا بت تھا۔

"ذوالکفّین": قبیلۂ دوس کا بت تھا۔

"سواع" مدرکہ بن الیاس کی نسل سے ہذیل قبیلے کا بت تھا جو مدینہ منورہ کے قریب "ینبع" کے علاقے میں تھا۔

"ضَیزَنان": یہ دو بت تھے جنہیں جذیمہ ابرش نے حیرہ کے علاقے میں نصب کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ منذر اکبر نے حیرہ کے دروازے پر انہیں کیا تھا۔ تاکہ حیرہ میں داخل ہونے والا ہر شخص انہیں سجدہ کرے۔ اس کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کون میرا مطیع ہے۔

"عائم": ازدسراۃ کا بت تھا۔

"عُزّیٰ": مکہ سے عراق جانے والے راستے کے دائیں جانب پڑتا تھا۔ یہ بت قریش کے نزدیک عظیم ترین تھا۔

"لات": طائف میں نصب تھا جس جگہ آج کل طائف کی مسجد کا بایاں مینار ہے۔

"مَنَات": یہ عرب کا قدیم ترین بت تھا۔ یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان "مُشَلَّل" کے علاقہ میں "قدید" کے مقام پر سمندر کے قریب نصب تھا۔

"نَسر": یمن میں تھا۔ بنوحمیر نے اسے بنایا تھا اور وہ "بلخع" کے علاقے میں اس کی پوجا کرتے تھے۔

"ھُبَل": یہ بت عین کعبہ کے اندر نصب تھا۔

"وَدّ": یہ بت بنوکلب نے "دومۃ الجندل" کے مقام پر نصب کیا تھا۔

"یعوق": یہ بت قبیلۂ ہمدان نے صنعاء کے قریب "خَیوان" بستی کے قریب بنا رکھا تھا۔

"یغوث": یہ بنومذحج اور "جُرَش" والوں کا بت تھا......الخ۔

❀ الأصنام (عدة صفحات) ❀ القاموس الإسلامي (عدة أماكن وأجزاء)

❀ الأعلام: 84/5

عربوں کے اصنام اور مورتیں
۱۔سواع ۲۔العزی ۳۔اللات ٤۔مناة
٥۔نسر ٦۔ود ۷۔یعوق ۸۔یغوث
وہ بت جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں
۹۔إساف ۱۰۔ذوالخلصہ ۱۱۔ذوالشری
۱۲۔ذوالکفین ۱۳۔نائلة ۱٤۔ہبل
جزیرہ نمائے عرب
مصر
سودان
صحرائے نوبیہ
دریائے نیل
فیوم
قاہرہ
اسکندریہ
بحیرہ روم
بحیرہ مردار
سیناء
عقبہ
ایلہ
تبوک
مدین
صحرائے نفود
دُومة الجندل
عراق
کاظمہ
شیراز
بوشہر
فارس (ایران)
زاہدان
خلیج عربی یا (خلیج فارس)
دارین
الاحساء
دبا
صحار
خلیج عُمان
مسقط
عُمان
مصیرہ
مدینہ منورہ
حجاز
نجد
رابغ
جدہ
مکہ مکرمہ
طائف
عسیر
بحیرہ احمر
بحیرہ قلزم
ربع الخالی
ظفار
نجران
جیزان
صنعاء
حدیدہ
تریم
حضرموت
یمن
مکلا
مخا
مصوع
عصب
عدن
خلیج عدن
بحیرہ عرب
بحرہند
حبشہ
قرن افریقہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200

سرزمین عرب کے بت

(1) اساف و نائلہ: یہ ایک انسانی شکل کا بت تھا اور عمرو بن لحی نے زمزم کے پاس رکھ دیا تھا۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور ساتھ قربانی بھی کرتے تھے۔ اساف (مرد) اور نائلہ (عورت) کعبے میں زنا کے مرتکب ہوئے تھے اور جب لوگوں نے آ کر دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ لوگوں نے انہیں عبرت کے لیے صفا اور مروہ پر رکھ دیا تھا مگر ابن لحی نے حرم میں ان کی پوجا شروع کر دی۔

(2) اقیصر: زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ایک معبود کا نام ہے۔ قضاعہ، لخم، جذام، عاملہ اور غطفان قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ یہ صحرائے شام کی سطح مرتفع (مشارف) میں واقع ہے۔ ہشام نے کہا ہے: قضاعہ، لخم، جذام اور اہل شام اس کا حج کرتے تھے اور اس کے پاس سر منڈاتے تھے۔ (معجم البلدان: 1/238)

(3) الجلسد: یہ حضر موت کے علاقے میں کندہ کا بت تھا۔ اس کے خادم ومتولی بنی شکامہ بن شبیب تھے جو کندہ کی آل میں سے تھے۔ اس بت کے نام ایک چراگاہ تھی جس میں اس پر چڑھائے جانے والے جانور چرتے تھے۔ اس کی شکل ایک ضخیم انسان کی سی تھی جسے سفید پتھر سے تراش کر بنایا گیا تھا۔ (تلخیص از معجم البلدان: 2/51، 52)

(4) ذوالخلصہ: یہ بت تبالہ کے مقام پر نصب تھا اور دوس، خثعم اور بجیلہ قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ اسے جریر بن عبداللہ بجلی نے توڑا۔

(5) ذوالشری: یہ دوس اور ازد قبائل کا دیوتا تھا اور عسیر کے علاقے میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ شری تہامہ میں ایک پہاڑی مقام تھا۔ نبطیوں میں ذوالشری اور حریس دیوتاؤں کا جوڑا تھا۔ ادوم (اردن) کے ایک پہاڑی مقام کا نام بھی ''شری'' تھا اور یہاں بھی ذوالشری کو خصوصاً پٹرا (بطرا) میں پوجا جاتا تھا۔

(6) ذوالکفین: یہ قبیلہ دوس کا دیوتا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی (رضی اللہ عنہ) فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے واپس گئے اور جا کر ذوالکفین کو جلا دیا۔

(7) سواع: قرآن مجید کی سورۂ نوح میں ود، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی اور اس کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عمرو بن لحی نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا، پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ عہد اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی، نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔

(8) الضَیزَنَان: یہ ''ضیزن'' سے تثنیہ کا صیغہ ہے۔لغت عرب میں ضیزن ایک دوسرے کے خلاف مزاحم ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ دو بت تھے جنہیں جذیمہ الابرش یا منذر الاکبر نے ''حیرہ'' (عراق) شہر کے دروازے پر نصب کیا تھا تاکہ جو بھی حیرہ میں داخل ہو انہیں سجدے کرے اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنے والے کی اطاعت کا امتحان لیا جائے۔ (لسان العرب:254/13)

(9) عائم: کلبی نے کہا ہے کہ ازدسراۃ کے بت کا نام عائم تھا۔ (معجم البلدان:4/73)

(10) العزیٰ: یہ نام اعز کی تانیث اور تفضیل کا صیغہ ہے جبکہ اعز بمعنی عزیز اور عزیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے۔ مکہ سے چند میل دور وادی نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا وادیٔ نخلہ میں بنو کنانہ عزیٰ کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔

(11) اللات: طائف میں بنو ثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔ ''لات'' کے معنی ہیں ''ستو گھولنے والا'' یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایما پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔

(12) منات: یہ بت قدیم ترین تھا اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر قدید کے قریب مشلل میں نصب تھا۔ لات' منات اور عزیٰ عرب کے سب سے بڑے بت تھے اور ان تینوں کے نام سورۂ نجم میں آئے ہیں۔ منات کی پوجا کا آغاز بھی عمرو بن لحی نے کیا تھا۔ بنو ازد اور غسان منات کا حج بھی کرتے تھے۔ اوس اور خزرج حج کے بعد منات کے پاس آ کر احرام اتارتے تھے۔ فتح مکہ کے لیے جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(13) نسر: حمیر (یمن) کے علاقے میں نجران کے پاس قبیلہ ذی الکلاع کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آج کل نجران سعودی عرب کا شہر ہے جو سرحد یمن کی طرف واقع ہے۔ نسر پرندے (گدھ) کی شکل کا بت تھا۔

(14) ہبل: قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا کا نام دراصل ''بعل'' کی تحریف ہے۔ ''بعل'' اہل شام کا دیوتا تھا' اسی سے منسوب ''بعلبک'' لبنان کا قدیم شہر ہے۔ ''بعل'' کے لغوی معنی قوت کے ہیں اور مجازاً آقا کے معنی لیے جاتے ہیں' اسی لیے قرآن میں ''بعل'' شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بت قریش کو انسانی مورت کی شکل میں ملا تھا جو سرخ عقیق سے تراشا گیا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا' قریش نے وہ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ ''ہبل'' خاص کعبہ میں نصب تھا۔ فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔ قریش جنگوں میں (اُعْلُ ھُبُل) ''ہبل کی جے'' کا نعرہ لگاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ دیا تھا۔

(15) ود: یہ بت دومۃ الجندل میں نصب تھا اور بنو کلب اس کی پوجا کرتے تھے۔ قریش بھی اس بت کو پوجتے تھے۔ لغوی لحاظ سے وَد اور وُد دونوں ایک ہی بت کے نام ہیں۔ قریش کا مشہور بہادر عمرو بن عبدود تھا جو غزوۂ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(16) یعوق: یہ بھی ان پانچ بتوں میں شامل تھا جو جدہ میں دفن تھے۔ کہا جاتا تھا کہ عمرو بن لحی کے تابع ایک جن نے ان بتوں کا اسے پتہ دیا اور وہ انہیں کھود کر تہامہ لے آیا اور حج کے دنوں میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یعوق کے معنی ہیں مصیبت روکنے والا اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔ یعوق یمن میں ارحب کے مقام پر نصب تھا' بنو ہمدان وخولان اس کی پوجا کرتے تھے۔ ارحب صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر مکہ کی جانب واقع تھا۔

(17) یغوث: یہ بت اکمہ (یمن) میں نصب تھا اور بنو مذحج اور ہمدان اس کی پوجا کرتے تھے۔ قبیلہ طے کی شاخ انعم' مراد اور بنو غطیف بھی اسے پوجتے تھے۔ یغوث کے معنی ہیں ''فریاد کو پہنچنے والا'' اور اس کی شکل شیر کی تھی۔

اَدنَیٰ الارض

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

''الٓــمّٓ. رومی قریبی نشیبی جگہ میں مغلوب ہو گئے' لیکن وہ مغلوب ہونے کے چند سال بعد پھر غالب آئیں گے۔ فتح وشکست کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور رہے گا۔ نیز اس دن مومن بھی اللہ کی مدد کے ساتھ خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہی غلبے اور حکمت کا مالک ہے۔'' (الروم:1/30...5)

''ادنیٰ الارض'' سے مراد فلسطین کا نشیبی علاقہ ہے۔ یعنی بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔

عربی زبان میں ادنیٰ کا معنیٰ اقرب بھی ہے اور نشیب بھی۔ نشیب کے مقابلے میں بلندی ہوتی ہے۔ گویا ادنیٰ کا معنیٰ ہے نیچا' یعنی نشیبی علاقہ۔ لہٰذا ''ادنیٰ الارض'' سے مراد قریبی نشیبی علاقہ ہے۔

واقعتاً اسی طرح ہوا جس طرح قرآن مجید نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ رومی فارسیوں پر فلسطین کے علاقے میں غالب آ گئے۔ اور یہ عین اس وقت کی بات ہے جب 2 ہجری یعنی 624ء میں مسلمان بدر کبریٰ میں مشرکین مکہ پر غالب آئے۔

ادنیٰ الارض سے مراد سطح ارض پر سب سے نچلا درجہ ہے اور وہ بحیرہ مردار ہے جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔ نیز یہ علاقہ رومی علاقے میں فارس اور جزیرۂ عرب کے قریب ترین تھا۔

اس سورت کی ابتدا قرآن مجید کے غیبی معجزات میں سے ہے کیونکہ واقعات اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جس طرح یہاں بیان ہوئے۔ یہ واضح دلیل ہے جو آپ ﷺ کی سچی نبوت کی گواہی دیتی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ کیونکہ ایسے غیب کی خبر دی گئی جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور واقعتاً اسی طرح ہوا۔

❀ التفسير المنير: 42/21

❀ لسان العرب: دنا' سفل

❀ صفوة التفاسير: 470/2

جزیرہ نمائے عرب
فارس اور روم
ساتویں صدی عیسوی کے پہلے ربع میں
سلطنت فارس
خلیج فارس
بوشہر
ہرمز
آبنائے ہرمز
دارین
ابلہ
طیسفون
(مدائن)
حیرہ
سلطنت مناذرہ (لخمی)
دریائے فرات
دمشق
بُصریٰ
غسانی سلطنت
مشرقی رومی سلطنت
بحیرۂ روم
ایلہ
تبوک
دُومۃ الجندل
تیماء
نجد
حجر
یمامہ
مدینہ منورہ
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
عمان
ربع الخالی
ظفار
نجران
یمن
صنعاء
حضرموت
عدن
بحیرۂ عرب
مصر
سیناء
سودان
حبشہ
جھیل تانا
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
شام
فلسطین
بحیرۂ روم
عکا
حیفا
صفد
بحیرہ طبریہ
ناصرہ
بیسان
دریائے یرموک
عجلون
دریائے اردن
نابلس
دریائے زرقا
یافا
لُد
رملہ
رام اللہ
اریحا
سلط
عمّان
القدس
بیت لحم
غزہ
الخلیل
بحیرہ لوط (بحیرہ مردار)
کرک
بئر سبع
معان
أدنَی الأرض (قریب کی سرزمین)
(شام و فلسطین)
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
100
50
50

ادنیٰ الارض

یہ نام قرآن کریم کی سورۂ روم کی آیت نمبر 3 میں وارد ہوا ہے' اس کے معنی ہیں ''قریب کا علاقہ'' اور اس سے مراد ''اذرعات شام'' ہے۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ''فارس (ایران) کے بادشاہ نے اپنے ایک جرنیل شہر بزان کو رومیوں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس جنگ میں رومیوں کو شکست ہوگئی۔ پھر قیصر روم نے اس ایرانی لشکر کے مقابلے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ اذرعات اور بصریٰ (شام) کے مقام پر جنگ (613ء میں) ہوئی جس میں ایک دفعہ پھر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔

اس شکست کی خبر جب مکے میں پہنچی تو رسول اکرم ﷺ کو بہت دکھ ہوا' لیکن کفار مکہ بہت خوش ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ جاہل اور بے کتاب مجوسی روم کے اہل کتاب پر فتح پائیں۔ اس کے برعکس کفار مکہ کی ہمدردیاں اہل فارس کے ساتھ تھیں' چنانچہ اس موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اہل اسلام سے کہا: ''تم بھی اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں' لیکن ہم اور ایران کے مجوسی' جو غیر اہل کتاب ہیں' تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں' اس لیے اگر تم نے بھی ہم سے جنگ کی تو ہم ہی غالب آئیں گے۔'' اس پر سورۂ روم نازل ہوئی۔ اس کی ابتدائی آیات میں یہ واضح پیش گوئی کر دی گئی کہ یہ شکست عارضی ہے اور عنقریب اہل روم کو غلبہ حاصل ہوگا۔ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی بہت مختصر عرصے میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اور جنگ بدر (624ء) کے موقع پر جب اہل اسلام نے مشرکین مکہ کو شکست فاش دی تو اس زمانے میں روم کے اہل کتاب نے بھی ایران کے مجوسیوں کو شکست دے کر ایرانی شہنشاہیت کے ساتھ عرب بت پرستی کا بھی غرور توڑ دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 396/10)

اذرعات: آج کل درعہ یا درعا کے نام سے مشہور ہے اور حوران (صوبہ) کا صدر مقام ہے۔ یہ دمشق سے جنوب کی طرف 106 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سبزی مائل سیاہ پتھر (Basaltic) کے علاقے اور صحرا کی درمیانی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر ہر دور میں اناج کی منڈی اور تجارتی شاہراہوں کا اہم مرکز بنا رہا۔ 732 ق م سے پہلے یہ شہر دمشق اور اسرائیلی سلطنتوں کے درمیان وجہ نزاع رہا' بعد ازاں اس پر نبطیوں نے قبضہ جمالیا' پھر یہ رومیوں کے زیر نگیں ہوگیا اور 106ء سے سلطنت روم کے عرب صوبوں میں شامل کرلیا گیا۔

ہجرت نبوی سے ذرا پہلے اذرعات ایک یہودی نوآبادی کا اہم مرکز تھا۔ بنونضیر نے بھی مدینہ سے ہجرت کر کے یہیں اپنے ہم مذہبوں کے ہاں پناہ لی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ القدس کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے تو اس شہر کے باشندوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم

کیا۔مملوکوں اور عثمانیوں کے زمانے میں اذرعات ضلع بثنیہ کا صدر مقام تھا اور حجاج کے راستے کی ایک منزل تھا۔عثمانی عہد کے آخر میں جب دمشق' عمان اور مدینے کو ملانے والی ریلوے لائن بنائی گئی تو اذرعات اس کا ایک اہم سٹیشن اور بصرہ اور حیفہ کو جانے والی ریلوے لائنوں کا جنکشن بن گیا۔28 ستمبر 1918ء کو اس پر برطانیہ نے قبضہ جمالیا۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ:277/2)

بُصریٰ: جنوبی شام کا ایک شہر ہے' آج کل اسے بصریٰ شام کہتے ہیں۔بُصریٰ اردن کی موجودہ سرحد سے انیس میل (تقریباً 30 کلومیٹر) شمال کی جانب اس سڑک پر واقع ہے جو مغرب میں درعا دمشق شاہراہ سے جا ملتی ہے۔لغت میں بصریٰ کے معنی بلند قلعہ کے ہیں۔تورات میں اس کا نام ''بصورۃ'' ذکر کیا گیا ہے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ:585/4)

آغاز اسلام کے وقت بصریٰ شام کی غسانی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔سن 13 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے فتح کیا۔(معجم البلدان:441/1)

تِین، زیتون، طور سینین اور بلدامین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧

''تین کی قسم، زیتون کی قسم، طور سیناء کی قسم اور اس امن والے شہر کی قسم۔ بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کو انتہائی ذلیل بھی کر دیا۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہوگا۔ پھر اب کون سی چیز تجھے روز جزا کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں؟'' (التین: 1/95...8)

اس سورت میں مقدس مقامات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ ان مقامات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر وحی اتارنے کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔

تین اور زیتون: اس سے مراد ملک شام کے تمام شہر ہیں خصوصاً بیت المقدس جہاں انجیر اور زیتون عام ہوتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کی قسم اٹھائی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔

طور سیناء: صحرائے سیناء کا ایک پہاڑ ہے۔ گویا اس پیغام کی قسم اٹھائی گئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طور سیناء میں اتارا گیا۔ سینین کا معنیٰ ہے مبارک۔

بلد امین: سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا پیغام اترا۔

گویا ان آیات مبارکہ میں تین آسمانی دینوں کی قسم اٹھائی گئی ہے جو بالترتیب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے گئے۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے درمیان اخوت کی روح صاف اجاگر ہوتی ہے۔ کیونکہ دین ایک ہے شریعتیں مختلف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔'' (آل عمران: 19/3)

❀ التفسیر المنیر: 301/30 ❀ صفوۃ التفاسیر: 577/3

انجیر اور زیتون کی سرزمین
﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴾ "قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ○ اور طور سینا کی ○ اور اس پرامن شہر (مکہ) کی ○" (التین: 1,2,3/95)
ایشیائے کوچک (ترکی)
حلب
قبرص
طرابلس
بیروت
شام
دمشق
بحیرۂ روم
دریائے فرات
دریائے دجلہ
بغداد
صحرائے شام
عمان
القدس
اسکندریہ
ممفس
ایلہ
سیناء
صحرائے نفود
مصر
اسیوط
نجد
حجاز
بحیرۂ قلزم (احمر)
مدینہ منورہ
اسوان
دریائے نیل
مکہ مکرمہ
جدہ
صحرائے نوبیہ
سوڈان

تین اور زیتون

اس کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ حسن بصری، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، جابر بن زید، مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ انجیر سے مراد یہی انجیر ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور زیتون بھی یہی زیتون ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے ایک قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے۔ اور جن مفسرین نے اس تفسیر کو قبول کیا ہے انہوں نے انجیر اور زیتون کے خواص اور فوائد بیان کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی خوبیوں کی وجہ سے ان دونوں پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک عام عربی دان تین اور زیتون کے الفاظ سن کر وہی معنی لے گا جو عربی زبان میں معروف ہیں۔ لیکن دو وجوہ ایسے ہیں جو یہ معنی لینے میں مانع ہیں۔ ایک یہ کہ آگے طور سیناء اور شہر مکہ کی قسم کھائی گئی ہے اور دو پھلوں کے ساتھ دو مقامات کی قسم کھانے میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ دوسرے ان چار چیزوں کی قسم کھا کر آگے جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس پر طور سیناء اور شہر مکہ تو دلالت کرتے ہیں، لیکن یہ دو پھل اس پر دلالت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی چیز کی قسم کھائی ہے، اس کی عظمت یا اس کے منافع کی بنا پر نہیں کھائی، بلکہ ہر قسم اس مضمون پر دلالت کرتی ہے جو قسم کھانے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ان دونوں پھلوں کے خواص کو وجہ قسم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعض دوسرے مفسرین نے تین اور زیتون سے مراد بعض مقامات لیے ہیں۔ کعب احبار، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق ہے اور زیتون سے مراد بیت المقدس۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے یہ نقل کیا ہے کہ تین سے مراد حضرت نوح کی وہ مسجد ہے جو انہوں نے جودی پہاڑ پر بنائی تھی اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔ لیکن والتین والزیتون کے الفاظ سن کر یہ معنی ایک عام عرب کے ذہن میں نہیں آسکتے تھے اور نہ یہ بات قرآن کے مخاطب اہل عرب میں معروف تھی کہ تین اور زیتون ان مقامات کے نام ہیں۔

البتہ یہ طریقہ اہل عرب میں رائج تھا کہ جو پھل کسی علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہو اس علاقے کو وہ بسا اوقات اس پھل کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔ اس محاورے کے لحاظ سے تین اور زیتون کے الفاظ کا مطلب منابت تین و زیتون، یعنی ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ ہو سکتا ہے، اور وہ شام اور فلسطین کا علاقہ ہے، کیونکہ اس زمانے کے اہل عرب میں یہی علاقہ انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لیے مشہور تھا۔ ابن تیمیہ، ابن القیم، زمخشری اور آلوسی رحمۃ اللہ علیہم نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ اور ابن جریر نے بھی اگرچہ پہلے قول کو ترجیح دی ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بات تسلیم کی ہے کہ تین و زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ بھی ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس تفسیر کو قابل لحاظ سمجھا ہے۔

سورۃ التین میں اصل میں ''طـور سینیـن'' فرمایا گیا ہے۔ سینین جزیرہ نمائے سیناء کا دوسرا نام ہے۔ اس کو سَیناء یا سِیناء بھی کہتے ہیں اور سینین بھی۔ خود قرآن میں ایک جگہ طور سیناء کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اب چونکہ وہ علاقہ جس میں کوہ طور واقع ہے سیناء ہی کے نام سے مشہور ہے اس لیے ہم نے ترجمہ میں اس کا یہی مشہور نام درج کیا ہے۔

البلد الامین سے مراد مکہ معظمہ جس کے با امن ہونے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ ''اے میرے رب اس کو ایک پرامن شہر بنا۔'' (البقرہ: 126/2) (تفہیم القرآن جلد 6 حاشیہ سورۃ التین)

طور سیناء (کوہ طور): دیکھیے باب ''حضرت موسیٰ علیہ السلام''۔

أُمُّ الْقُرٰى (مکہ مکرمہ)

مکہ مکرمہ کا ایک نام ''اُمُّ القریٰ'' ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

''یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے اتارا۔تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتری ہیں۔تاکہ آپ امّ القریٰ (مکہ مکرمہ) اور اس کے اردگرد رہنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔'' (الانعام:92/6)

دوسرا نام ''مکۃ'' ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

''اللہ تعالیٰ نے وادئ مکہ میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔'' (الفتح:24/48)

تیسرا نام ''بَکّہ'' ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ۚ

''بلاشبہ وہ پہلا گھر جسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر عوام الناس کے لیے بنایا گیا' شہر بکہ میں ہے۔یہ گھر بابرکت ہے اور جہانوں کے لیے ہدایت کا سبب ہے۔'' (آل عمران:96/3)

چوتھا نام ''البیت الحرام'' ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ شعائر' حرمت والے مہینوں' حرم کے لیے بھیجے گئے جانور جن کے گلے میں قلادے (پٹے) ڈالے گئے ہیں اور بیتِ حرام کا قصد کرنے والے حاجیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔یہ لوگ اپنے رب

کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں۔ جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔ کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرو' اس بنا پر کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو' البتہ گناہ اور ظلم کے کام میں تعاون نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت ہے۔'' (المائدۃ:2/5)

مزید ارشاد ربانی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ' حرمت والے مہینوں اور قربانی کے جانوروں کو' جن کے گلوں میں قلادے ڈالے گئے ہیں' لوگوں کے لیے بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔'' (المائدۃ:97/5)

قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو ''البیت العتیق'' کے لفظ سے بھی ذکر کیا گیا ہے: **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

''اس کے بعد وہ میل کچیل دور کریں۔ اپنی نذریں پوری کریں اور ''پرانے گھر'' کا طواف کریں۔'' (الحج:29/22)

قرآن مجید کی اسی صورت میں یہی نام ایک دفعہ اور مذکور ہے: **ارشاد ہے:**

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

''تمھارے لیے قربانی کے جانوروں میں ایک وقت مقررہ تک منافع اٹھانے کی گنجائش ہے۔ پھر وہ ''بیت عتیق'' کے پاس آ کر ذبح ہوں گے۔'' (الحج:33/22)

قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو ''البلد الامین'' بھی کہا گیا ہے: **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿۳﴾

''اور اس ''امن والے شہر'' کی قسم۔'' (التین:3/95)

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔

اُمُّ الْقُرٰی کے مختلف نام
مکّہ ، بکّۃ، البیت الحرام
البیت العتیق، البلد الامین
مکّہ مکرّمہ
جزیرہ نمائے عرب
مصر
صحرائے نفود
الاحساء
نجد
مدینہ منورہ
جدہ
حجاز
مدین
عسیر
ربع الخالی
ظفار
عمان
یمن
حضرموت
تریم
صنعاء
حدیدہ
مخا
عدن
عصب
مکلا
مصوع
حبشہ
قرن افریقہ
خلیج عدن
بحیرۂ عرب
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
خلیج عربی (خلیج فارس)
خلیج عمان
فارس (ایران)
بوشہر
کاظمہ
عراق
اہواز
دارین
دبا
صحار
مسقط
مصیرہ
اردن
ایلہ
سیناء
قاہرہ
فیوم
اسکندریہ
بحیرہ روم
بحیرہ مردار
دریائے نیل
سودان
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
الحجون
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر
مسجد نوق
المعلاۃ
مقبرہ
مروہ
مسجد حرام
کعبہ
صفا
مسجد بلال
اجیاد
اس گھر میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی

بیت اللہ اور مسجد حرام

غار حراء والا پہاڑ

مَكّة المُكَرَّمَة (بے آب وگیاہ وادی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾

جب حضرت ابراہیم نے کہا: ”اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا اور مجھے اور میری نسل کو بتوں کی پوجا سے بچا کر رکھنا۔ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جو شخص میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے تعلق رکھے گا اور جو میری نافرمانی کرے تو مولا! تو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے قابل احترام گھر کے قریب ٹھہرادی ہے تا کہ وہ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔ اور ان کو کھانے کے لیے پھل عطا فرما۔ امید ہے یہ لوگ تیرے شکر گزار رہیں گے۔“ (ابراہیم:35/14...37)

مکہ مکرمہ کے غار حرا میں قرآن کا پہلا کلمہ ﴿اِقرأ﴾ نازل ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿٢﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿٣﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾

”پڑھ اس رب کا نام لے کر جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ ہاں! پڑھ کیونکہ تیرا رب ہی سب سے بڑھ کر معزز ہے جس نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“ (العلق:1/96...5)

چند ہی سال گزرے تھے کہ اسلام مشرق میں کاشغر (چین) سے لے کر مغرب میں بحر اوقیانوس کے ساحل تک اور شمال میں قفقاز سے جنوب میں صحرائے اعظم تک بہترین انسانی تہذیب وتمدن کے ساتھ ضوفشاں ہوگیا۔ قیامت تک باقی رہنے والا قرآن مجید اعلان کرتا ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ”دین میں کوئی جبر نہیں۔“ (البقرۃ:256/2)

انسانیت نے بھی بالآخر تسلیم کرلیا، اگرچہ ردوکد کے بعد، کہ عقل ہی کسی دین کو قبول کرنے یا رد کرنے کا معیار ہے۔

باقی رہی فضیلت تو اس کا معیار قرآن مجید کی زبان میں یہ ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

"بلاشبہ تم میں سے عزت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔"
(الحجرات:۴۹/۱۳)

مکّہ مکرّمہ
﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾
''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت اور ہدایت والا ہے۔'' (آل عمران: 96/3)
مکہ مکرمہ کے نام: مكة، بكة، ام القرى، البيت الحرام، البيت العتيق، البلد الامين، بيت الله الحرام
یہ نام بھی ہیں: النساسة، ام رحم، معاد، الحاطمة، الرأس، صلاح، العرش، القادس، المقدسه، الناسه، الباسه، کوثیٰ (معجم البلدان: 181/5)
پیمانہ: 1 سنٹی میٹر = 3,335 میٹر
عراق کا راستہ
مُحَصّب
مِنیٰ اور عرفات کا راستہ
المعلاۃ
آبار
جبل الاحمر
مدینہ منورہ کا راستہ
قُبور
وادی فاطمہ کا راستہ
کداء
آبار
شِعب بنی عامر
جبل ابی قبیس
جبل قُعَیقِعان
الحَجُون
شِعب ابی طالب
کُدیٰ
جدے کا راستہ
مروہ
جبرول
غارِ حرا
حرم
دارِ ارقم
جبل الخندمہ
اجیاد
جبل عمر
المِسفلہ
یمن کا راستہ
قدیم قلعہ
مکّہ مکرّمہ
رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں
(شیخ محمد سعید فارس کی کاوش سے ماخوذ نقشہ)

مكة المكرّمه

مکہ مکرمہ مملکت سعودی عرب میں حجاز کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ بقول سلیمان ندوی ''یہ مقدس شہر ایک مردِ ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ' ایک نوجوان پیغمبر (اسمٰعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد ﷺ) کی جائے ولادت ہے۔'' مکہ سطح سمندر سے تقریباً 330 میٹر بلند ہے۔ شہر اسا شرقاً غرباً تقریباً 3 کلومیٹر لمبا اور شمالاً جنوباً تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر چوڑا ہے۔ شہر مکہ کو اس لحاظ سے حرم کہتے ہیں کہ یہ حرمت اور عزت والا مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ مقام کاروانِ تجارت کی ایک منزل گاہ تھا۔ اٹھارھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم ربی سے یہاں لاکر آباد کیا۔ باپ بیٹے نے اللہ کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جسے کعبہ کہا جانے لگا۔ اس مقدس عمارت کی ساخت مکعب نما ہے' لہٰذا یہ کعبہ کہلائی کیونکہ عربی میں چھ یکساں مربع پہلوؤں والا پانسا مکعب یا کعبہ کہلاتا ہے۔ فرزندان اسمٰعیل کی اولاد ایک مدت یہاں بالادست رہی۔ کعبہ کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ اس کے بعد قحطانی قبیلے بنو جرہم نے غلبہ حاصل کرلیا اور بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے ابھی تک بت پرستی میں بنو جرہم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پھر قُصَیّ نے' جو بنو اسمٰعیل میں سے عدنان کی پندرھویں پشت میں تھے' 440ء میں دوبارہ مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے یہاں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھی اور درج ذیل عہدے قائم کیے:

(1) رفادہ (حجاج کی ضیافت)
(2) سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)
(3) حجابہ (غلاف کعبہ کا اہتمام اور چوکیداری)
(4) قیادہ (سرداری)
(5) قومی نشان لواء (پرچم)
(6) قومی مجلس جسے ندوہ یا دارلندوہ کہتے تھے۔

امور مملکت اور حکومتی عہدے ایک ایک شیخِ خاندان کے سپرد کیے گئے۔ شہر کے علاوہ بنو اسمٰعیل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے۔ مکہ کے جنوب کی پہاڑیاں قبیلہ ھُذَیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف وادی القریٰ قدیم قبائل کا مسکن تھی۔ اس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔ مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن میں حبشی قبائل آباد تھے۔

مکہ کا قدیم اور اصل نام بکّہ ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت 10 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ بکّہ تھا۔'' یہ شہر تہامہ (عرب کا مغربی تنگ ساحلی میدان) کے مشرق میں جدہ سے تقریباً 64 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ کو بلد الامین' ام القریٰ' بیت العتیق اور بیت الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ (ام القریٰ کی نسبت سے مکہ میں ایک جدید یونیورسٹی کا نام بھی ام القریٰ ہے۔) یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں حرم

کعبہ کی عمارت کا نام مکہ تھا' بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ مکہ معظّمہ جغرافیائی لحاظ سے 21 درجے 38 دقیقے عرض بلد شمالی اور 40 درجے 9 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ مکہ وادیٔ ابراہیم میں ہے جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ہے۔ شمال میں جبل قُعَیقِعَان اور شِعب بنی عامر ہیں۔ جنوب میں جبل حدیدہ اور جنوب مغرب میں جبل عمر ہے۔ جنوب میں غار ثور کی سمت جبل کُدَی ہے۔ مشرق میں شعب ابی طالب اور جبل حرا ہیں۔ پھر مزید مشرق میں جبل خندمہ اور شمال مشرق میں جبل ابی قبیس واقع ہیں۔ مکہ معظّمہ کا وسط بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو القشاشیہ' شعب علی' الشامیہ اور الشبکیہ کی پہاڑیوں کے درمیان تقریباً 200 میٹر مربع کی وادی ہے جس کے چاروں جانب اونچے پہاڑ ہیں ان میں اونچی نیچی آبادی ہے۔

مکہ شہر کے وہ علاقے جو بیت اللہ سے بھی نشیب (گہرائی) میں ہیں' مسفلہ (نشیبی) کہلاتے ہیں اور فراز والے علاقوں کو **المعلاۃ** یا **المعلی** (اونچے) کہا جاتا ہے۔ المعلی کی طرف ہی اَلحَجُون کا علاقہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ المعلی کی جانب ہی سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اس سے آٹھ سال پہلے 622ء میں جب نبی کریم ﷺ مکہ چھوڑ کر جانے لگے تھے تو آپ ﷺ نے شہر کی جانب رخ کر کے فرمایا تھا: ''اے مکہ! مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر تجھ سے محبت ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ایسا سادہ تعمیر ہوا تھا کہ اس کی نہ چھت تھی' نہ کواڑ اور نہ چوکھٹ تھی۔ جب قصی بن کلاب کو کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سرے سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ تعمیر کعبہ کے بعد سب سے پہلے یہاں قبیلہ جرہم آ کر آباد ہوا اور بنو جرہم ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔

حرم کعبہ پر سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ یمن کا حِمیَری بادشاہ اسعد تبع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی عمر جب 35 برس تھی اور سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا' قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کیا لیکن دس سال بعد 74ھ میں حجاج بن یوسف نے پھر اسے قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ شعبان 1039ھ میں موسلا دھار بارش سے کعبہ زمین بوس ہو گیا تو عثمانی خلیفہ مراد خاں نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا' چنانچہ کعبہ کی موجودہ عمارت عثمانی تعمیر ہے۔ اس کی اونچائی 15 میٹر' لمبائی تقریباً 12 میٹر اور چوڑائی تقریباً 11 میٹر ہے۔

صفا اور مروہ: یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھی اور ان کی یاد تازہ کرنے کے لیے حاجی ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

دو اہم بستیاں (مکہ اور طائف)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾

''مشرکین نے کہا: ''یہ قرآن ان دو بستیوں کے عظیم آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔'' (الزخرف: 31/43)

مشرکین نے کہا: ''یہ قرآن مجید مکہ یا طائف کے کسی عظیم اور سردار آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا؟ مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ یا طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

قریش نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نزولِ قرآن کو بعید خیال کیا کیونکہ آپ فقیر اور یتیم تھے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ کسی بڑے سردار پر اترنا چاہیے۔ ان کا خیال تھا کہ عظیم وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس مال اور اقتدار ہو۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ عظیم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس شخص پر رسالت نازل فرمائے۔ ان مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت نصیب ہوگی اور اپنی شرارتوں کی وجہ سے سخت عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔'' (الانعام: 124/6)

لہٰذا ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

''رجل عظیم'' سے مراد یا تو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم ہے، جس کی پیدائش ہجرت سے 95 سال پہلے 530ء میں ہوئی اور اس کی وفات ہجرت کے پہلے سال 622ء میں ہوئی۔ اسے ''قریش کا پھول'' اور ''عِدل'' (برابری کرنے والا) کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اکیلا سب قریش کے برابر تھا۔ قریش مل کر بیت اللہ کا غلاف تیار کرتے تھے لیکن ولید اکیلا غلاف تیار کرتا تھا۔ یا اس سے مراد عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی ہے۔ یہ طائف کے علاقے میں اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے ان کی مخالفت کی حتیٰ کہ ایک شخص نے تیر مار کر ان کو شہید کر دیا۔ یہ سن 9 ہجری یعنی 630ء کی بات ہے۔

❀ الأعلام: 227/4، 122/8
❀ صفوة التفاسير: 156/3
❀ التفسير المنير: 141/25
❀ هداية البيان في تفسير القرآن: 100/4

مکّہ مکرّمہ اور طائف
﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾
''اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔''
(الزخرف:31/43)
خُلیص
ام سدرہ
جدید شاہراہ
دھبان
بریمان
غیض
سَیل الکبیر
جُدّہ
حداء
مکہ مکرمہ
مِنیٰ
جدید شاہراہ
طائف
مستابہ
جدید شاہراہ
بحیرۂ احمر
150
100
50
25
وادی فاطمہ
وہ تاریخی راستہ جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے طائف جاتے ہوئے اختیار کیا
مکہ مکرمہ
مسجد الخیف
شرائع
وادی یمانیہ
سیل الکبیر
مزدلفہ
شداد
کمرا
ہدہ
عین زبیدہ
وادی محرم
طائف

طائف

مکہ کے جنوب مشرق میں جبل غزوان پر واقع طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ اور اچھی آب وہوا اور زرخیزی وشادابی کے لیے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 1630 میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانۂ قدیم سے اہل مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔ یہ مکہ سے 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1982ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا، رسیلا اور خوش ذائقہ ہے۔ اس کی آبادی سوا دو لاکھ سے زیادہ ہے۔

طائف بنوثقیف کا شہر ہے۔ مشہور تاریخی شخصیت حجاج بن یوسف ثقفی کا تعلق اسی شہر سے تھا اور محمد بن قاسم ثقفی فاتح سندھ وملتان، حجاج کے عم زاد تھے۔ اس سے پہلے عہد فاروقی میں عراق میں رزم آرا اسلامی فوج کے سپہ سالار ابوعبید ثقفی رضی اللہ عنہ نے معرکۂ جسر (13ھ) میں شہادت پائی تھی۔

جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے ارادے سے نکلا

(حضرت خالد بن حزام بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۰

”جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں رہائش کی وسیع گنجائش اور مال کی فراخی پائے گا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کے ارادے سے نکلے پھر اسے موت آلے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ (النساء:100/4)

حضرت خالد بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب قریشی اسدی، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے مگر راستے میں سانپ نے کاٹ لیا۔ سو وہ حبشہ کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے فوت ہوگئے۔ تو ان کے بارے میں فرمان الٰہی نازل ہوا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ

”جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کے ارادے سے نکلے پھر اسے راستے میں موت آلے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں لازم ہوگیا۔“ (النساء:100/4)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ضمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا اس وقت وہ اس قدر کمزور اور ضعیف تھے کہ سواری پر خود سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ اپنے گھر والوں سے فرمانے لگے: ”مجھے سواری پر لاد دو اور مشرکین کے علاقے سے نکال کر رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے والے راستے پر پہنچا دو۔“ لیکن وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں فوت ہوگئے۔ تو ان کے حق میں یہ آیت اتری۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جندع بن ضمرہ لیثی رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمانوں کے کمزور افراد میں شامل تھے۔ وہ بیمار تھے۔ ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت سے متعلقہ آیات سنیں تو گھر والوں سے کہنے لگے: ”جیسے بھی (ممکن) ہو

مجھے مکہ سے نکال دو۔'' ان کا بستر تیار کر کے انہیں اوپر لٹا دیا گیا اور سواری پر رکھ دیا گیا۔ سواری انہیں لیکر چل دی۔ تنعیم کے مقام پر (حرم سے باہر متصل) راستے ہی میں فوت ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❀ أسد الغابة : 92/2
❀ الاستيعاب: 411/1
❀ الإصابة : 2154 (403/1)
❀ التفسير المنير : 227/5
❀ صفوة التفاسير : 300/1

خالد بن حزام بن خویلد اسدی
﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾
”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف اپنے گھر سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے پھر (راہ ہی میں) اسے موت آلے تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ثابت ہو چکا۔“
فارس
عراق
شام
ترکی
بحیرہ روم
مصر
سوڈان
سعودی عرب
عُمان
یمن
حبشہ
براعظم افریقہ
بحیرۂ عرب
بحرہند
جزیرہ نمائے عرب
العلاء
خیبر
سعودی عرب
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدّہ
شُعَیبہ
طائف
تُربہ
عسیر
قنفذہ
ابہا
نجران
جیزان
فرسان
مصوع
دہلک
قمران
مأرب
شبوہ
صنعاء
زبید
یمن
اریٹیریا
اکسوم
تعز
مخا
عدن
عصب
حبشہ
شقراء
خلیج عدن
500
400
300
200
100

خالد بن حزام بن خویلد الأسدی رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے خالد بن حزام رضی اللہ عنہ کی سوئے حبشہ ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''مجھے ان کے نکلنے کی توقع تھی اور میں حبشہ میں ان کی آمد کا منتظر تھا۔ جب مجھے ان کی وفات کی خبر ملی تو مجھے شدید صدمہ پہنچا۔ اس لیے کہ وہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ میں سے تھے۔ حبشہ میں بنو اسد بن عبدالعزیٰ کا کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا۔''
(الإصابہ: 2/196)

ضَمُرہ بن جندب رضی اللہ عنہ: مختلف راویوں نے ان کا نام ضَمُرہ بن جندب، جُندَع بن ضَمُرہ یا جندب بن ضمرہ بیان کیا ہے (الإصابہ: 1/618)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بنو لیث کا ایک آدمی جس کا نام جندب بن ضمرہ ہے وہ بڑا مالدار تھا اور اس کے چار بیٹے تھے۔ انہوں نے کہا: ''اے اللہ! میں بنفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرونگا۔ علاوہ ازیں میں مشرکوں کی کثرت والے علاقے سے نکل کر دارالہجرت چلا جاؤنگا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہونگا جہاں مہاجرین وانصار کی کثرت ہوگی۔'' اس نے اپنے بیٹوں سے کہا مجھے سوار کرکے دارالہجرت کی طرف لے چلو (کیونکہ وہ انتہائی بوڑھے اور کمزور تھے) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ جب وہ تنعیم پہنچا تو فوت ہوگیا۔ (اُسد الغابہ: 1/566)

نصیبین کے جن (جزیرہ کے جن)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝

"کہہ دیجیے مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا: "ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لے آئے۔ ہم ہرگز اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔" (الجن: 2,1/72)

سورۂ احقاف میں یوں ارشاد الٰہی ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

"ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت بھیجی تا کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: "خاموش ہو جاؤ۔ جب قراءت مکمل ہوگئی تو وہ اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو تنبیہ کرنے لگے اور کہا: "اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے، وہ اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، راہ حق دکھاتی ہے اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے اس شخص کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ، نتیجتاً وہ (اللہ) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔ جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہیں مانے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو زمین میں عاجز نہ کر سکے گا۔ اللہ کے سوا کوئی اس کا مددگار نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ واضح گمراہی میں ہیں۔"

جنوں کے قرآن سننے کی خبر دینے کا مقصد عرب اور قریش کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم سے تو جن بہتر ہیں جو سنتے ہی ایمان لے آئے اور تم ابھی تک سستی اور غفلت کا شکار ہو۔ جن نہ صرف ایمان لائے بلکہ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی تبلیغ کرنے لگے۔ جبکہ مشرکین جن کی زبان میں قرآن اترا، تکذیب اور استہزاء میں لگے رہے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ معجز کلام ہے۔ اس کا

مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلاشبہ اس کتاب کو لانے والے حضرت محمد ﷺ امی تھے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ غرض جنوں اور انسانوں کے موقف میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ جنوں والی رات حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جنوں کا نمائندہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ پھر میں نے ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی۔''

یہ جزیرہ کے جن تھے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: ''کہا گیا کہ سات جن نصیبین سے تعلق رکھتے تھے۔''

❀ التفسير المنير: 164/29
❀ صفوة التفاسير: 457/3
❀ الدر المنثور : 270/6
❀ الطبري: 347/2

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ”(اے رسول!) کہہ دیجئے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنّوں میں سے (قرآن) تو انہوں نے کہا، بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ○ وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف سو ہم ایمان لائے اس پر، اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو بھی ○ (الجن: 2،1/72)

نصیبین (الجزیرہ) سے جنوں کی آمد

طائف (شوال 10 نبوی) سے واپسی پر نبی کریم ﷺ وادی نخلہ میں دس دن ٹھہرے۔اس دوران نصیبین (ترکی) سے آنے والے جنوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سنا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ یہ واقعہ جس مقام پر پیش آیا وہ الزیمہ یا السّیل الکبیر تھا کیونکہ یہ دونوں نخلہ میں واقع ہیں۔ اس موقع پر سورۂ احقاف کی آیات 28 تا32 نازل ہوئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتب سماوی پر ایمان رکھتے تھے۔اب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا تو اس کتاب اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔ مفسرین کا زیادہ تر اتفاق اس بات پر ہے کہ جنوں کا یہ وفد نصیبین سے آیا تھا اور اس موقع پر سورۂ جن نازل نہیں ہوئی بلکہ سورۂ احقاف کی مذکورہ بالا آیات کا نزول ہوا تھا۔ (تفہیم القرآن حاشیہ سورۂ احقاف)

تاہم اس سے پہلے نبوت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مکّہ مکرمہ سے عکاظ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔اس دوران جنوں کی ایک جماعت وہاں سے گزری جو مشرکین اور منکرین رسالت تھے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے قرآن کی تلاوت بغور سنی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔اس موقع پر سورۂ جن نازل ہوئی تھی۔ (تفہیم القرآن حاشیہ سورۂ جن)

نصیبین : الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) کا یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے۔اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر ہے۔ ماضی میں موصل سے شام جانے والے قافلے نصیبین سے گزرتے تھے۔معجم البلدان کے مطابق نصیبین اور اس کی نواحی بستیوں میں 40 ہزار باغات تھے۔شہنشاہ فارس نوشیروان ساسانی (متوفی 579ء) نے جب اس کا محاصرہ کیا تو شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔اس نے طیرانشاہ سے بڑی تعداد میں بچھو منگوائے اور انہیں شیشے کی بوتلوں میں بھر بھر کے عرّادہ (منجنیق کی طرح کا آلہ) کے ذریعے شہر میں پھینکا تو اہل شہران بوتل بموں کی تاب نہ لا سکے اور شہر فتح ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں شام کے گورنر تھے جب عامل نصیبین نے شکایت کی کہ اہلِ شہر بچھوؤں کی کثرت سے مصیبت میں گرفتار ہیں۔معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم بچھو مارنے کا معاوضہ مقرر کر دیا گیا تو لوگ بچھوؤں کے درپے ہو گئے حتیٰ کہ ان موذیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ **(معجم البلدان)**

بابرکت ماحول والا علاقہ (بیت المقدس اور اردگرد)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْاؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

''ہم نے بنی اسرائیل کو، جنہیں کمزور اور ضعیف سمجھا جاتا تھا، بابرکت زمین کے مشرق ومغرب کا مالک بنادیا۔ اور تیرے رب کا کلمۂ حسنیٰ بنی اسرائیل پر صادق آیا کیونکہ انہوں نے بہت صبر کیا تھا۔ اور ہم نے وہ سب کچھ تباہ وبرباد کردیا جو فرعون اور اس کی قوم (فخریہ) بناتے تھے اور جو انہوں نے عالیشان عمارتیں بنائی تھیں۔'' (الأعراف: 137/7) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیرا کرائی، جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا ہے، تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (الاسراء: 1/17) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾

ہم نے حکم دیا: ''اے آگ! ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔'' کافروں نے اس کے خلاف بڑی چال چلی تھی مگر ہم نے ان کو خائب وخاسر کردیا۔ پھر ہم نے اسے اور (اس کے بھتیجے) لوط کو ایسی زمین میں پہنچادیا جہاں ہم نے سب جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔'' (الانبیاء: 69/21...71) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾

''اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع کر رکھی تھی۔ وہ اس کے حکم سے اس علاقے کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت رکھی تھی۔ ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔'' (الانبیاء: 81/21)

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اور اس کے اردگرد مختلف قسم کی برکات رکھی تھیں۔ حسی بھی معنوی بھی۔ بیت المقدس کے

اردگرد سے مراد شام کا علاقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مرکز اور پاکباز فرشتوں کی فرودگاہ رہا ہے۔

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی﴾ کے ساتھ کلام کے آغاز کی وجہ یہ ہے کہ اسراء و معراج خلاف عادت واقعہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کلام کا آغاز کمال قدرت اور تسبیح و تقدیس کے الفاظ سے فرمایا۔ اسے عربی میں ''بَـــرَاعَةُ اِسۡتِھۡلَال '' کہتے ہیں۔ (کلام کا آغاز عمدہ اور احسن انداز سے کرنا)

﴿بِعَبۡدِہٖ﴾ میں اپنی طرف نسبت اظہار شرف و کرامت کے لیے ہے۔ یہ ممکن تھا کہ معراج بیت المقدس کے واسطہ کے بغیر، براہ راست بیت اللہ سے ہوتا، لیکن چونکہ معراج تو خالص آسمانی واقعہ تھا جس پر کوئی ظاہری دلیل نہیں بن سکتی تھی جس سے مشرکین کو مطمئن کیا جاسکتا اور عام لوگوں کو معراج کی تصدیق و قبولیت پر آمادہ کیا جاسکتا۔ اس لیے بیت المقدس تک زمینی سفر کی ضرورت پیش آئی، جسے اسراء کہا جاتا ہے، تاکہ اس معجزے کو ثابت کرنا آسان ہو۔ ورنہ سدرۃ المنتہیٰ کو کس نے دیکھا تھا جو تصدیق کرتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج سے واپسی پر بیت المقدس کی انتہائی باریک تصویر کشی فرمائی حالانکہ آپ نے کبھی بیت المقدس نہ دیکھا تھا۔ قریش کہنے لگے: ''اچھا! ہمیں ہمارے قافلے کے بارے میں بتاؤ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قافلے کے اونٹوں کی تعداد اور دوسری تمام تفصیلات بتائیں حتیٰ کہ آپ نے یہ بھی بتادیا کہ تمہارا قافلہ فلاں دن طلوع شمس کے وقت پہنچ جائے گا۔ آگے آگے ایک خاکستری اونٹ ہے۔ اور واقعتاً اسی طرح ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ البتہ قریش نے آپ سے معراج کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا، کیونکہ یہ آسمانی واقعہ تھا اور وہ آسمانی موجودات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

❀ التفسیر المنیر :11/15 ❀ صفوۃ التفاسیر: 151/2

ارضِ مقدّس
جس کے اردگرد اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے
اوغاریت
رصافہ
حماۃ
حمص
تدمر
طرابلس
لبنان
بیروت
بعلبک
نبک
شام
دمشق
بحیرۂ روم
حیفا
طبریہ
ناصرہ
القدس
اریحا
عمّان
بیت لحم
الخلیل
غزہ
خان یونس
عریش
برسبع
کرک
اردن
معان
بتراء (پٹرا)
عقبہ
ایلہ (ایلات)
سیناء
سعودی عرب
اِسراء
مسجد حرام (مکہ) سے
مسجد اقصیٰ (القدس) تک
دمشق
شام
اردن
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دومۃ الجندل
سکاکہ
ایلہ
عقبہ
صحرائے نفود
مصر
مدین
حائل
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
دریائے نیل
مکہ مکرمہ
صحرائے نوبیہ
سودان
عسیر
صنعاء
یمن
تعز
عدن
حبشہ
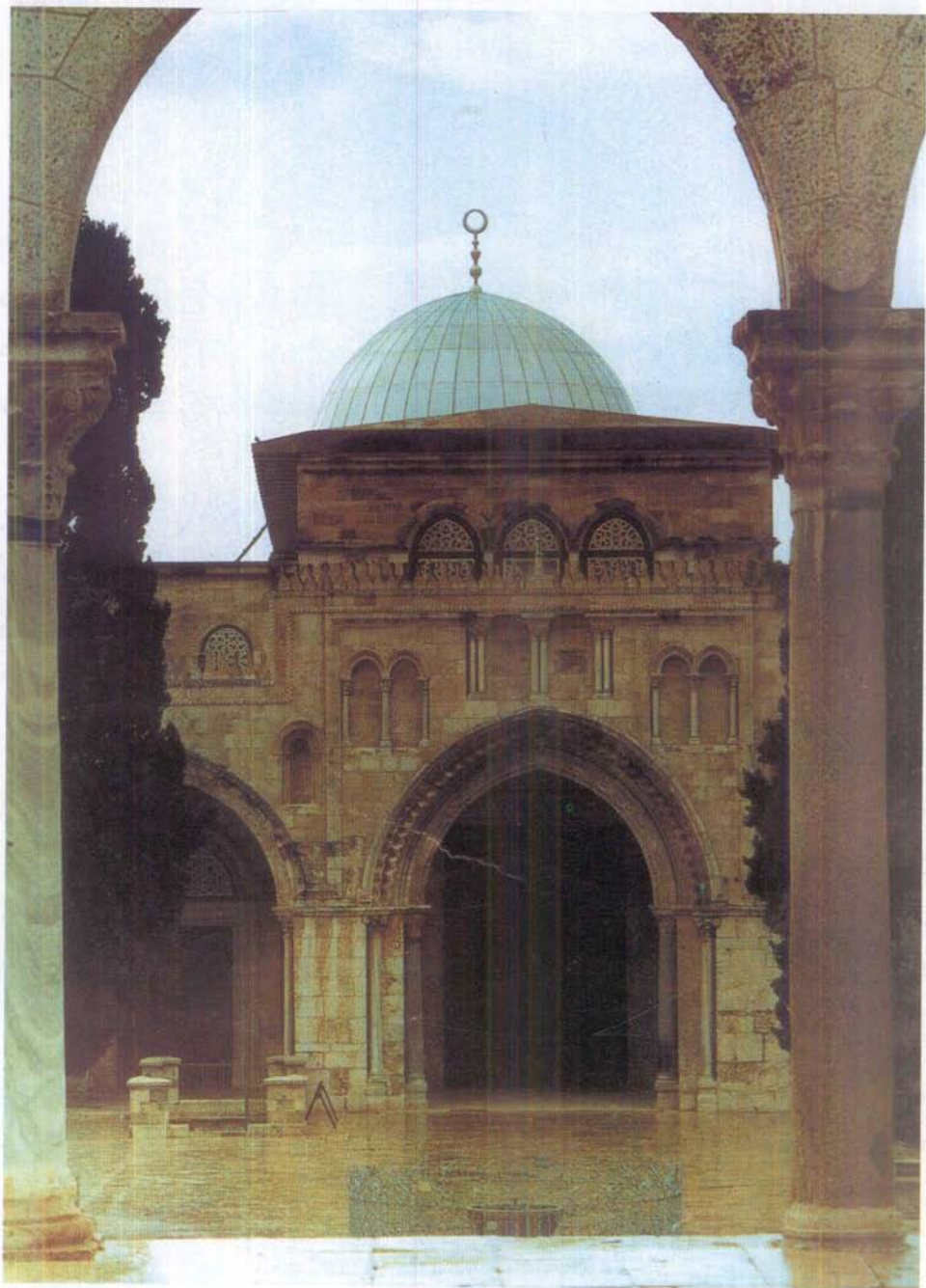
مسجد اقصیٰ

قبۂ صخرہ کا بیرونی منظر

اضافی توضیحات وتشریحات

اسراء...... مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے برکت والی سرزمین یعنی فلسطین (بیت المقدس) کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کے تقریباً 600 سال بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قوم فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر اس بابرکت سرزمین میں جگہ دی، پھر مزید اڑھائی تین سو سال بعد حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو یہاں بادشاہت عطا ہوئی۔ 620ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔

بیت المقدس: بیت المَقدِس یا بیت المُقَدَّس کو اَلقُدُس بھی کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا قبلۂ اول، مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصَّخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں یروشلم کہتے ہیں۔ "بیت المقدس" سے مراد "مبارک گھر" یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ شہر بیت المقدس 31 درجے 45 دقیقے عرض بلد شمالی اور 35 درجے 13 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت اللحم اور الخلیل اس کے جنوب میں ہیں اور رام اللہ شمال میں۔ بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے۔ انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صہیون (Zion) ہے جس کے نام پر یہودیوں کی عالمی تحریک صہیونیت قائم کی گئی ہے۔

مسجد اقصیٰ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس شہر آباد ہوا۔ پھر عرصۂ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (961 ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر کی تجدید کی گئی۔ اسی لیے یہود مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔

ہیکل سلیمانی کی تباہی: ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو 586 ق م میں شاہِ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور وہ دس لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا تھا۔ بیت المقدس کے اس دورِ بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے اس شہر کو مردہ پایا اور تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر کبھی پھر آباد ہوگا؟ اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب سو سال بعد وہ جاگے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پررونق شہر بن چکا ہے۔ بخت نصر کے بعد 539 ق م میں شہنشاہ فارس کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی تھی اور انہوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے تھے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں یروشلم شہر اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔

اسلامی عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر: 137 ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈ رین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں گرجا تعمیر کیا۔ جب نبی کریم ﷺ معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے' اس وقت یہاں کوئی باقاعدہ مسجد تھی نہ ہیکل' چنانچہ قرآن میں اس جگہ ہی کو مسجد اقصیٰ کہا گیا جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بنائی تھی۔ 17 ھ یعنی 639ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے کیے گئے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور صخرۂ معراج پر قبۃ الصخرہ بنایا گیا۔ 1099ء (492ھ) میں یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے 70 ہزار مسلمان شہید کر دیے۔ 1187ء (583ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔

بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ: پہلی جنگ عظیم کے دوران ستمبر 1917ء میں انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب 14 مئی 1948ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے 78 فیصد رقبے پر قابض ہو گئے' تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) سمیت غرب اردن کا علاقہ اردن کے قبضے میں آ گیا۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون 1967ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جما لیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلہ اوّل اب یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں 2 ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے دیوار گریہ (Wailing Wall) کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں جنہیں مسلم ممالک کے کامل اتحاد ہی سے ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

ہجرت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

''جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال دیں۔ وہ بھی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی بہتر ہوتی ہے۔'' (الانفال:30/8)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰

''اگر تم نبی کی مدد نہیں کرو گے تو (کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی اس کی مدد فرمائی تھی جب اسے کافروں نے نکالا تھا۔ وہ دو ساتھی تھے اور غار میں چھپے ہوئے تھے اور نبی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور نظر نہ آنے والے لشکروں کے ساتھ اس کی مدد کی اور کافروں کی بات کو ذلیل کر دیا۔ اللہ کی بات ہی بلند وغالب رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور خوب حکمت والا ہے۔'' (التوبۃ:40/9)

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے بعد قریش نے محسوس کیا کہ معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل رہا ہے اس لیے ان کے سردار دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے تاکہ ان واقعات کی روک تھام کریں جو ان کی منشا کے خلاف ہو رہے ہیں۔ کافی بحث وتمحیص اور مشورے کے بعد چند حل پیش کیے گئے:

- آپ (ﷺ) کو قید کر دیا جائے تا آنکہ آپ اللہ کو پیارے ہو جائیں۔
- آپ کو ایک اونٹ پر باندھ کر مکہ مکرمہ سے نکال دیا جائے اور اونٹ کو کسی صحراء میں ہانک دیا جائے۔
- ہر قبیلے سے ایک ایک مضبوط جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر یک بارگی آپ پر تلواریں چلا دیں۔ تاکہ بنو ہاشم قصاص نہ لے سکیں۔ خون بہا کے سوا کوئی طریقہ نہ ہوگا اور وہ سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ اسی آخری رائے کو عمل درآمد کے لیے اختیار کیا گیا۔

نتیجتاً ہجرت عمل میں آئی۔ البتہ حزم و احتیاط کے تمام اسباب اختیار کیے گئے' مثلاً ہجرت رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر کی گئی۔ ایک ماہر رہنما ساتھ رکھا گیا تا کہ وہ غیر معروف راستے سے لے کر جائے۔ ادھر قریش نے حضرت محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ ہر حالت میں لانے والے کے لیے بہت بڑے انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ ہجرت کے چند اہم نتائج یہ ہوئے:

(۱) مسلمان ایک جگہ (مدینہ طیبہ) اکٹھے ہو گئے' اس طرح وہ علانیہ دعوت دے سکتے تھے۔

(۲) اسلامی حکومت مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی اور حالات سازگار ہو گئے۔

(۳) دعوت اسلامی کی عالمگیریت واضح ہو گئی۔

(۴) عبداللہ بن ابی ابن سلول کی قیادت میں منافقوں کا گروہ پیدا ہو گیا۔

(۵) شام کو جانے آنے والی قریشی تجارت خطرے کی زد میں آ گئی۔

❀ ابن سعد: 227/1
❀ ابن هشام: 89/2
❀ البداية والنهاية: 170/3
❀ الطبري: 370/2
❀ الكامل في التاريخ :53/2
❀ عيون الأثر: 81/2
❀ مروج الذهب: 85/2
❀ الوفا بأحوال المصطفى: 235/1

ہجرت نبوی
﴿ وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴾
”اور یاد کیجیے! جب تدبیر کر رہے تھے آپ کی بابت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' تاکہ وہ قید کر دیں آپ کو' یا قتل کر دیں آپ کو' یا نکال دیں آپ کو' اور تدبیریں کر رہے تھے وہ اور تدبیر کر رہا تھا اللہ بھی' اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے ○“ (الانفال: 30/8)
﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾
”اگر نہ مدد کرو گے تم اس کی' تو تحقیق مدد کی اس (پیغمبر) کی اللہ نے' جب کہ نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' (وہ) دوسرا تھا دو میں سے' جب وہ دونوں تھے غار میں' جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے' غم نہ کر' بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے' پس نازل کی اللہ نے اپنی سکینت اس پر اور مدد کی اس کی ایسے لشکروں سے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو“
(التوبہ: 40/9)
ہجرت کا راستہ
قافلوں کا متروک راستہ
* نبی ﷺ 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر کو قباء پہنچے۔ یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تاریخ کی ابتدا ہے۔
ذات الجیش
عتیق
مدینہ منورہ
قباء
ذوالحلیفہ (آبار علی)
ملل
بطن رئم
روحاء
رُوَیثہ
عرج
منصرف
حمراء الاسد
صفراء
ذوسلم
جداجد
بطن ذی کشیر
مرج مجاج
مولجہ حجاج
مولجہ لقف
ثنیۃ المرہ
بدر
رابغ الرمل
رابغ البحر
الجُحفہ
کُلَیّہ
خیمہ ام معبد
مشلل
قُدَیْد
خُلیص
امج
کدید
غدیر الأشطاط
ثنیۃ الغزال
عسفان
بطن مر
سرف
حدیبیہ
مکہ مکرمہ
جدہ
جبل ثور
طائف
بحیرۂ احمر (قلزم)
200
150
100
50
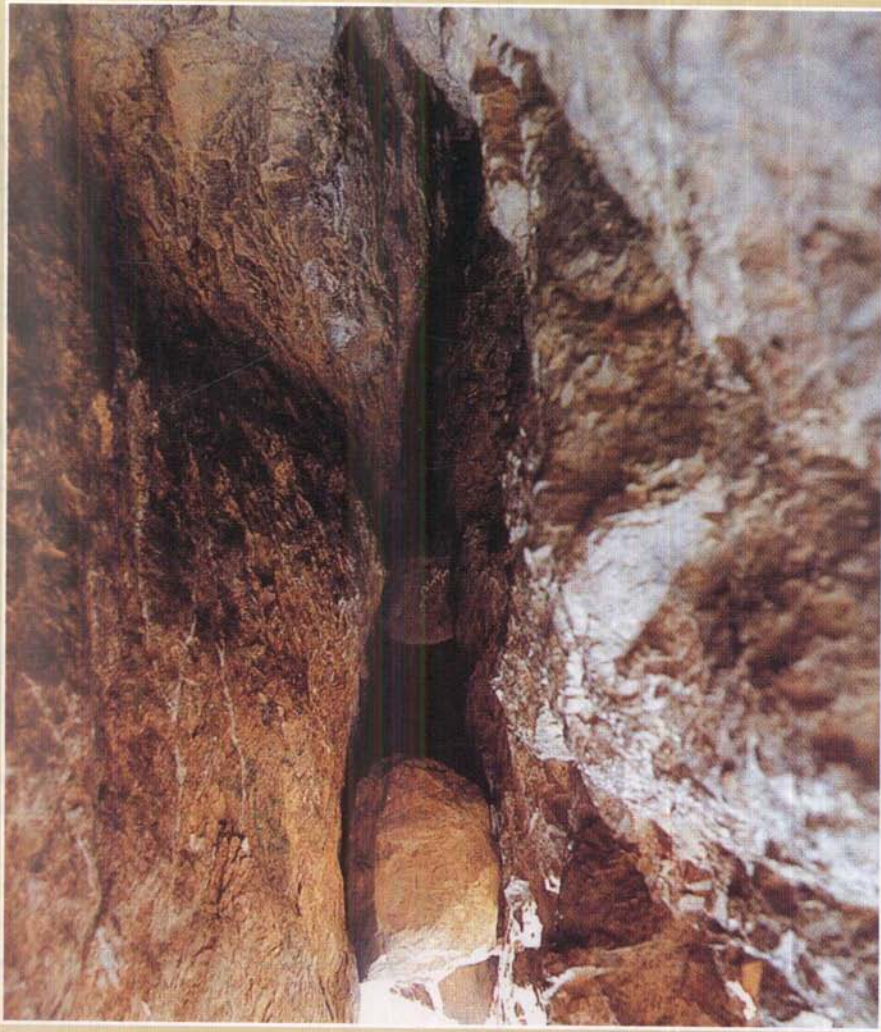
غار ثور والا پہاڑ

ہجرت نبوی

جب کفار مکہ نے دارالندوہ کے اجلاس میں نبی کریم ﷺ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر تاکید کی کہ "میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب چلے آنا۔" پھر اسی رات آپ ﷺ دروازے پر کفار کے مقرر کردہ قاتلوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور انہیں ساتھ لے کر شہر سے جنوب کو ہو لیے۔

مکہ مکرمہ سے روانگی: رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک عبداللہ بن اُرَیقط سے کچھ رقم پر طے کر لیا تھا کہ وہ ان کو خفیہ راستوں سے مدینہ لے جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں اونٹنیاں اسکے سپرد کر دی تھیں کہ وقت مقررہ تک وہ ان کو چراتا رہے اور سنبھال کر رکھے۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے نکلے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کے سوا کسی کو آپ کے نکلنے کا علم نہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں آپ ﷺ غار ثور پہنچے اور اس میں داخل ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے والد کی ہدایت کے مطابق دن بھر قریش میں رہتے' ان کی باتیں سنتے' پھر شام کے بعد غار ثور میں آ کر بتاتے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ مکہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے اور شام کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں ان کے پاس لے آتے۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان بکریوں کا دودھ پیتے اور ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کر کے گوشت بھی کھاتے۔ یوں جمعہ' ہفتے اور اتوار کی تین راتیں گزر گئیں اور مکہ مکرمہ والے تھک ہار کر بیٹھ گئے تو عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر آ گئے اور پھر پیر 4 ربیع الاول کی شب تینوں نے یثرب کی راہ لی۔ ایک اونٹنی پر نبی کریم ﷺ سوار تھے اور دوسری پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آگے آگے عبداللہ بن اریقط راستہ بتاتا جا رہا تھا۔

ادھر جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکل جانے کا پتہ چلا تو ابوجہل نے ان کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا تھا۔ قریش تلاش کرتے ہوئے اس پہاڑ پر بھی آ چڑھے تھے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے بلکہ وہ غار کے منہ کے پاس بھی پھرتے رہے لیکن وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔

سفر یثرب کے دوران آپ ﷺ کا کھوج لگانے والوں میں سراقہ بن مالک بن جعشم بھی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہ معجزہ دیکھ اور حضور ﷺ سے امان پا کر سراقہ لوٹ گئے۔

یثرب میں نبی اکرم ﷺ کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ شہر کے نزدیک پہنچے تو مسلمانوں نے مسلح ہو کر حرّہ (ایک پتھریلے میدان) میں آپ کا باضابطہ استقبال کیا اور پھر اسلحہ کی چھاؤں میں آپ کو لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں آپ دائیں طرف کو مڑے اور بستی قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ایک صاحب کلثوم بن ہدم کے ہاں اترے۔ یہ پیر کا دن تھا، تاریخ 8 ربیع الاول تھی اور آپ کی بعثت کا تیرہواں سال تھا۔ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے مطابق اس روز عیسوی تاریخ 23 ستمبر 622ء تھی۔ آپ قباء میں چودہ دن ٹھہرے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قباء سے روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر نماز جمعہ کا وقت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے بنو سالم بن عوف کے علاقے میں ''وادیٔ رانوناء'' کے مقام پر دوسرے حاضرین سمیت جمعہ ادا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس مقام پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے بعد میں ''مسجد جمعہ'' کہا جانے لگا۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری: رسول اللہ ﷺ نے جب قباء سے مدینہ تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ننھیال ''بنو نجار'' کو پیغام بھیجا۔ وہ ہتھیار سجا کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر ان کے جلو میں چلے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنو نجار اور مسلمانوں کا ایک ہجوم، آپ ﷺ کے اردگرد تھا۔ کسی گھر کے پاس سے گزرتے تو اس گھر والے آپ سے اترنے کی درخواست کرتے مگر آپ ﷺ فرماتے: ''میری اونٹنی کو چلنے دو، یہ اللہ کے حکم سے رکے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''قصواء'' چلتی رہی حتیٰ کہ جب وہ بنو مالک بن نجار کے محلّہ میں پہنچی تو وہاں رکی جہاں بعد میں آپ ﷺ کی مسجد کا دروازہ بنا۔ اور وہ جگہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تھی۔ یوں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف ملا۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں حبشی لوگوں نے نیزوں اور خنجروں سے کھیل دکھایا۔ پردہ نشین عورتیں بھی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں خوشی سے نعرے لگا رہے تھے:

''اللہ کے رسول آ گئے، اللہ کے رسول آ گئے ...... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.''

مقاماتِ ہجرت نبوی

جبل ثور: یہ پہاڑ مکہ سے قریباً ساڑھے چار کلو میٹر جنوب میں ہے۔ اس پہاڑ کے اوپر واقع ایک غار میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے دوران تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ غار کا بڑا دہانہ تقریباً ایک میٹر چوڑا ہے اور چھوٹا دہانہ تقریباً، نصف میٹر کھلا ہے۔ اس کا طول اٹھارہ بالشت اور عرض گیارہ بالشت ہے۔

جبل ثور کی بلندی 759 میٹر ہے یعنی یہ پہاڑ جبل نور سے 120 میٹر زیادہ اونچا ہے۔ ثور پہاڑ کی چوٹی کا رقبہ تقریباً 30 مربع میٹر ہے۔ غار ثور میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔ اس غار میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔

طریق الھجرۃ: جادۂ ہجرت نبوی کے ساتھ ساتھ اب دو رویہ کشادہ سڑک تعمیر کی جا چکی ہے جس کو طریق سریع کہا جاتا

ہے۔اس کے نتیجے میں قظیمہ، رابغ، مستورہ، مفرق اور بدر والا راستہ متروک ہوگیا ہے جو طریق سلطانی کہلاتا تھا۔طریق سریع (تیزرفتار راستہ) پر مکہ معظّمہ سے چل کر سرف، بطن مر، عسفان، ثنیة الغزال، غدیر الاشطاط، کدید، امج، خلیص، قدید، المشلّل، کلیّہ، الجحفہ، بدر، الصفراء، المنصرف، الرویثہ اور الروحاء کے مقامات آتے ہیں جبکہ طریق الھجرت پر حدیبیہ، خیمہ ام معبد، رابغ الرمل، ثنیة المَرہ، مولجہ لقف، مولجہ حجاج، مرجح مجاج، بطن ذی کشر، الجداجد، ذوسلم، بطن رئم، ملَّل، ذوالحلیفہ (آبار علی) اور قباء آتے ہیں۔

قباء: یہ ایک کنویں کا نام تھا۔بستی کا نام بھی اسی کنویں کی وجہ سے معروف ہوگیا۔قباء کو عالیہ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے تقریباً سوا تین کلومیٹر جنوب میں مکہ کے راستے پر واقع ہے۔قباء کے کنویں بئر اریس کا پانی کھاری تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو پانی میٹھا ہوگیا۔یہیں عین الزرقاء نامی چشمہ ہے۔قباء کے اردگرد کا علاقہ نہایت زرخیز اور اہل مدینہ کی سیرگاہ رہا ہے۔

یثرب: تمام عربی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ''یثرب'' دراصل سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی ''یثرب'' پڑ گیا۔ یثرب کے ابتدائی باشندوں میں تین بڑے بڑے قبیلے تھے:

(1) عَمَالِیق: جس شخص کے نام پر اس شہر کا نام ''یثرب'' پڑا اس کا قبیلہ ''عُبَیْل'' عمالیق میں سے تھا۔ یہ لوگ ''عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح'' کی نسل سے تھے۔پہلے وہ بابل کے علاقہ میں رہتے تھے پھر جزیرۂ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ان میں سے کچھ یثرب کے علاقہ میں جاگزیں ہوئے۔ یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ وہ عرب تھے اور علامہ طبری کے نزدیک ان کے جدامجد ''عملیق'' عربی زبان کے بانی تھے۔

(2) یہود: جب مسلمانوں نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں کئی یہودی قبائل آباد تھے اور اس بات پر بھی مؤرخین متفق ہیں کہ یثرب کے اکثر یہودی، فلسطین سے ہجرت کر کے آنے والوں کی نسل سے تھے۔ان میں سے کچھ لوگ بخت نصر کے حملہ (586ق م) کے بعد بھاگ کر آئے تھے۔پھر 70ء اور 135ء میں رومیوں نے یہود کو تشدد کا نشانہ بنایا تو باقی لوگ بھی فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ان میں سے بعض یثرب میں فروکش ہوئے۔ علاقۂ یثرب میں پہنچنے والے اوّلین یہودی قبائل بنوقریظہ، بنونضیر اور بنو یہدل تھے۔پھر ان کے بعد اور قبائل بھی آتے گئے۔

(3) اَوس اور خَـزرَج: یہ دو قحطانی قبیلے تھے جو ''سدِّ مأرب'' کی تباہی کے بعد یمن سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے۔راجح بات یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلے تیسری صدی عیسوی میں یثرب آئے۔

مدینہ منورہ کے نام

اَلْمَدِیْنَہ: یہ اس شہر کا سب سے مشہور نام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں ہجرت فرمائی حتیٰ کہ یہیں مدفون ہوئے۔

طابہ: مدینہ کو"طابہ" بھی کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس پیارے شہر کا نام "طابہ" رکھا ہے۔(صحیح مسلم، حدیث:1385، مسند احمد:5/106)

طابہ اور طیبہ 'طَیّبْ' کے معنی میں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی برکت سے یہ شہر شرک سے پاک ہوگیا۔

یَثْرِب: یہ اس شہر کا اولین نام ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر "اَلْمَدِیْنَه" رکھ دیا۔ ممکن ہے تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں "یثرب" کے معنیٰ، ملامت، فساد اور خرابی ہیں۔ صحیحین میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقے کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ "یَمامَه" یا "هَجَر" ہو لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے۔"

(صحیح البخاری، حدیث: 3622، صحیح مسلم، حدیث: 2272)

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں اس کے 29 نام لکھے ہیں، مثلاً عذراء، قدسیه، عاصمه، مسکینه، محبوبه، مختاره، مجبوره، مُحرَّمه، مبارکه، مرحومه، محفوظه ...... بعض ائمہ کا قول ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کے الفاظ "مُدْخَلَ صِدْقٍ" سے مراد مدینہ منورہ اور "مُخْرَجَ صِدْقٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔" (معجم البلدان: 5/83)

مدینہ منورہ: پیغمبر اسلام کا شہر مدینہ منورہ 39 درجے، 50 دقیقے طول بلد مشرقی اور 24 درجے، 32 دقیقے عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے تین سو میل اور ینبع سے ایک سو تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے 600 میٹر بلندی پر ہے۔ اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہیں اور یہ دونوں مدینہ منورہ سے چار چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ شہر کے مغرب اور مشرق میں حرۃ الوبرۃ اور حرۃ الواقم سیاہ نوکیلے پتھروں کے علاقے ہیں، اور میلوں کی مسافت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر کے اردگرد کئی وادیاں ہیں جن میں وادی العقیق اور وادی رانوناء قابل ذکر ہیں۔ ان میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں اور یہ اہل مدینہ منورہ کی سیر گاہیں ہیں۔

مدینہ منورہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ اس کا اجرا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا تھا۔ مدینہ کا پانی ہلکا، سرد اور شیریں ہے۔ شہر کی آب وہوا گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب کھجور، انگور اور انار بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب میں قباء، عوالی اور عقیق کی سیاہ مٹی میں گندم، جو، انار، رنگ برنگ کے پھول اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

مدینے میں یہود کے قبیلے 20 سے زیادہ تھے۔ بنو قینقاع اور دوسرے یہود میں عداوت چلی آتی تھی کیونکہ بنو قینقاع بنو خزرج کے ساتھ یوم بُعاث میں شریک تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ نے بنو قینقاع کا بڑی بے دردی سے خون بہایا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہود کے قلعہ بند محلے (یا گڑھیاں) آطام یا اطم کہلاتے تھے۔ یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر حجاز آکر ان کی زبان رفتہ رفتہ عربی ہوگئی تھی اور وہ اسی زبان میں روزمرہ کا کام کرتے تھے۔ عبرانی ان کی مذہبی اور تعلیمی زبان تھی۔

یہود کے علاوہ مدینہ میں عیسائی بھی موجود تھے۔ قبائل اوس مدینہ منورہ کے جنوب و مشرق میں اور خزرج وسطی اور شمالی علاقے میں آباد تھے۔ یہود ان دونوں قبیلوں کو لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ ان کا استحصال کرتے رہیں۔ اوس و خزرج کے درمیان آخری جنگ بعاث تھی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مدینہ میں کئی بازار تھے' جن میں سب سے اہم' سوق بنی قینقاع تھا جو سونے اور چاندی کے زیورات و مصنوعات اور کپڑے والوں کا خاص بازار تھا۔ مدینے کے بعض گھروں کے ساتھ باغ بھی تھے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی بھی استعمال ہوتی تھی۔ عورتوں میں کپڑا بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 20)

مکہ مکرمہ کے غریب الوطن مہاجر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں آئے تھے' لہٰذا نبی کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار میں باہمی ہمدردی اور امداد و اعانت کے لیے بھائی چارے کا ایک معاہدہ کرا دیا۔ اسی زمانے میں آپ ﷺ نے یہود اور دیگر اقوام مدینہ منورہ سے امن وامان کا معاہدہ کیا' جو میثاق مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ آنے پر نماز باجماعت کا اہتمام اور اذان کا حکم ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے جو مسجد تعمیر کی وہ مسجد نبوی کہلاتی ہے۔

مدینہ منورہ میں اسلام کو شان وشوکت نصیب ہوئی۔ جہاد کا حکم ملا۔ روزہ' زکوٰۃ' حج' نکاح وطلاق' غلاموں' اسیروں' دشمنان دین اور حدود وتعزیرات کے متعلق احکام نازل ہوئے اور دین اسلام نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔ یہیں غزوۂ احد اور غزوہ خندق لڑے گئے۔ یہیں سے نبی کریم ﷺ نے شاہان وقت کو دعوتی خطوط لکھے۔ مدینہ منورہ ہی سے مسلمان ذوق جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر دنیا کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے۔

مدینہ بطور دارالخلافہ: خلافت اسلامیہ کا پہلا دارالحکومت 11 تا 36 ھ مدینہ منورہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہاں مرکزی بیت المال قائم کیا۔ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ہر منزل پر چوکیاں' سرائیں اور حوض تعمیر کرائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اہم کارنامہ بھی مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع ہے۔ انہوں نے ساری عمارت میں منقش پتھر لگوائے اور ستونوں کو سیسے سے مضبوط کیا اور عہد صدیقی کے قرآن مجید کے مدون نسخے کی نقلیں کرا کر مدینہ منورہ سے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ واپس آکر مدینے کی بجائے اس کو مرکز خلافت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی اور مرکز خلافت دمشق منتقل ہو گیا۔ اب مدینہ منورہ کی حیثیت ایک صوبائی شہر کی رہ گئی' اگرچہ اس کی علمی اور دینی مرکزیت اب بھی باقی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دستبرداری کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا مرقد مبارک ہے اور پہلے تین خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم' امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر تابعین اور تبع تابعین یہاں دفن ہیں۔

مدینہ منورہ مختلف ادوار میں اموی' عباسی' عبیدی' زنگی' ایوبی' مملوک اور عثمانی سلطنتوں میں شامل رہا۔ عثمانی ترکوں نے 1908ء میں دمشق سے مدینہ تک ریلوے لائن بچھائی جسے پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے ایجنٹ شریف مکہ

الحسین کے بدوفوجیوں نے تباہ کر دیا۔ جنگ کے بعد شریف الحسین نے حجاز میں اپنی بادشاہت قائم کر لی۔ والی نجد سلطان عبدالعزیز بن سعود نے 1924ء میں حجاز پر قبضہ کرنے کے بعد ملک النجد والحجاز کا لقب اختیار کر کے ملک میں امن وامان قائم کیا اور 1930ء کی دہائی میں تیل کی دریافت اور برآمد سے ملک کی خوشحالی اور اقتصادی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ مدینہ منورہ کی موجودہ ترقی وخوشحالی شاہ فیصل بن عبدالعزیز اور ان کے جانشینوں شاہ خالد مرحوم اور شاہ فہد کی مرہون منت ہے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع وتزئین پر کروڑوں پونڈ صرف کیے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع وتکمیل کی۔ مدینہ منورہ کی آبادی 3 لاکھ نفوس سے زائد ہے۔ ان میں ہندی (پاک وہند کے)' بخاری (ترکستانی) اور شامی مہاجرین کی بھی خاصی تعداد ہے۔

مسجد قباء (مسجد تقویٰ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

"(اے نبی!) آپ مسجد ضرار میں کبھی نہ کھڑے ہوں۔ وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے یہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" (التوبۃ: 108/9)

"قباء" مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی ہے جس میں "مسجد تقویٰ" قائم ہے۔ اور یہ اسلامی دور کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کی بنیاد شروع دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو سوموار سے جمعرات تک قباء میں قیام فرمایا۔ جمعۃ المبارک کے دن آپ مدینہ منورہ کے ارادے سے سوار ہوئے اور جمعہ کی نماز بنوسالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کی مسجد میں ادا فرمائی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پڑھا۔

غزوۂ تبوک (9ہجری) سے کچھ پہلے 12 منافقوں نے مسجد ضرار بنائی اور رسول اللہ ﷺ سے اس میں بطور افتتاح نماز کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: (اِنِّي عَلٰى جَنَاحِ سَفَرٍ وَ حَالِ شُغْلٍ وَلَوْ قَدْ قَدِمْنَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَتَيْنَاكُمْ فَصَلَّيْنَا لَكُمْ فِيْهِ) (تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۂ توبہ آیت: 107، 108) "فی الحال تو میں سفر کی مصروفیات میں مشغول ہوں۔ واپسی پر تمہارے پاس آئیں گے اور ان شاء اللہ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔" تبوک سے واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمادیں:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

"جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، اظہار کفر، مومنین میں تفرقہ ڈالنے اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین کو

اڈہ مہیا کرنے کے لیے مسجد بنائی وہ آپ کے سامنے آ کر قسمیں اٹھائیں گے کہ ہمارا ارادہ خالص نیکی کا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی بھی جا کر کھڑے نہ ہوں۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے' حقدار ہے کہ آپ اس میں جایا کریں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور رضامندی پر رکھی' کیا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گڑھے کے کھودے ہوئے کنارے پر رکھی جس کی وجہ سے وہ اپنی عمارت سمیت جہنم میں جا گرا؟ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی تعمیر کردہ یہ عمارت ہمیشہ ان کے دلوں میں نفاق کا سبب بنی رہے گی الا یہ کہ ان کے دل کٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والا ہے۔'' (التوبۃ: 9/107...110)

❀ التفسیر المنیر: 38/11
❀ صفوۃ التفاسیر: 518/1
❀ الدر المنثور: 276/3
❀ تفسیر ابن کثیر: 1339/2

پیمانہ: 1 سنٹی میٹر = 2925 میٹر
جرف
بنو حارثہ
مجمع الاسیال کی طرف
مجمع الاسیال کی طرف
عرصہ
وادی قناۃ
بنو عبد الاشہل و زعوراء
نبیت
السّافلہ
ثنیۃ الوداع
ثنیۃ النّور
بنو سلمہ
راس الثنیہ
بنو ظفر
حرۃ واقم (اللابۃ الشرقیۃ)
بدائع
بنو حارث بن خزرج
اُلشّخ
مسجد رسول اللہ ﷺ
بنو نجار (مالک ومازن اور دینار وعدی)
البقیع
حرۃ وبرہ (اللابۃ الغربیۃ)
جبل سلع
وادی بطحان
بنو زُریق
بنو واقف
بنو ساعدہ
بنو حارث بن خزرج
بنو قینقاع
بنو بیاضہ
وادی مہزور
یثرب
بنو قریظہ
بنو سالم بن عوف
جبل بنی عبید
وادی العقیق
جبل حمادات
وادی مذینب
العالیہ
بنو نضیر
بنو عوف بن خزرج
قلعہ کعب بن اشرف
مسجد قُباء
﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ ”نہ کھڑے ہوں آپ اس مسجد (ضرار) میں کبھی بھی، البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے (اس کی) تقویٰ پر پہلے ہی دن سے، زیادہ حق دار ہے اس کی کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں تو ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ پاک ہوں وہ اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔“ (التوبہ: 108/9)
وادی رانوناء
عصبہ
بنو عوف بن مالک بن اوس
قُباء
مسجد قُباء
مکہ کو
بنو اُنیف
جبل عیر

مسجد قباء کا فضائی منظر

مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ میں آتش فشانی سنگریزے (حرہ)

مسجد قباء

احمد بن یحییٰ بن جابر کہتے ہیں: پہلے پہل ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو قباء میں قیام پذیر ہوئے انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سال بھر نمازیں پڑھتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ نے قباء میں قیام فرمایا اور قباء کی مسجد میں نماز ادا کی۔ یہی مسجد تقویٰ کہلاتی ہے۔ مسجد قباء کو جاتے ہوئے سڑک کے بائیں جانب مسجد جمعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینے میں تشریف آوری سے پہلے اسی میں نمازِ جمعہ ادا کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد قباء کی تجدید وتوسیع ہوئی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (گورنر مدینہ) اور پھر عثمانی خلیفہ سلطان محمود خان نے 1831ء میں اس کی تعمیر نو کی۔ فیصل شہید نے 1970ء میں اسے از سرِ نو 6 میٹر بلند چبوترے پر استوار کیا۔ اس وقت اس کا ایک سادہ مینار، وسط میں گنبد اور رقبہ 40 میٹر مربع تھا۔ 1988ء کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہو گیا ہے اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کے لیے گنجائش ہے۔ اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پر شکوہ مینار ہیں۔ ساری مسجد مرکزی طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہے۔

مسجد قباء کے اندر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک مرقوم ہے کہ ''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر 2 رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہوگا۔'' مسجد کے صدر دروازے پر آیت تاسیسِ مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس میں ''امام المسلمین شاہ جہان سلطان محمود خان'' کے عجز اور گناہ گاری کا اظہار کر کے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔ (حرم مدینہ از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد، ص:12 وما بعد)

سَرِیَّہ عبداللّٰہ بن جحش

(نخلہ وادی کی طرف)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢١٨﴾﴾

''یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے دوران میں لڑائی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: ''اس مہینے میں لڑائی کرنا کبیرہ گناہ ہے' لیکن اللہ کے راستے سے روکنا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا' مسجد حرام سے لوگوں کو روکنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا جرم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور یہ کافر آپ سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے واپس نکال لیں بشرطیکہ یہ ان کے بس میں ہو۔ (یاد رکھو!) جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہ لوگ آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ البتہ جو لوگ ایمان پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہجرت و جہاد کریں یہ لوگ یقیناً اللہ کی رحمت کے سزاوار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسے لوگوں کے لیے) بہت غفور ورحیم ہیں۔'' (البقرۃ:2/217,218)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو جمادی الآخر سن 2 ہجری میں بارہ مہاجرین پر امیر مقرر کر کے بھیجا کہ وہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کی گھات لگائیں۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی اور تین دوسرے افراد شامل تھے۔ عمرو مارا گیا' دو شخص قید ہو گئے اور اسلامی لشکر تجارتی قافلے کو' جس میں طائف کا تجارتی مال تھا' مدینے ہانک لایا۔ اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لشکر والوں نے سمجھا 30 جمادی الآخر ہے۔ جب لشکر واپس پہنچا تو آپ نے فرمایا: (وَاللّٰهِ مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ) (دلائل النبوۃ للبیہقی:3/19) ''واللہ! میں نے تمھیں حرمت والے مہینے میں لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا۔'' قریش نے بھی شور مچا دیا: ''اب تو محمد ﷺ نے حرمت والے مہینے میں لڑائی شروع کر دی ہے حالانکہ اس مہینے میں تو ہر خوف والا بے خوف ہو جاتا ہے۔ اور لوگ بے خوف وخطر اپنے معاشی امور میں مصروف ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔